

مولانا خلیل احمد سہارن پوری کی بذل المجهود میں

قال أبو داؤد کی تحقیق و تنقیح کا تجزیاتی مطالعہ

مفتی محمد ہارون ❖

محمد شہباز منج ❖❖

ہر کتاب کی کچھ خصوصیات اور امتیازی اوصاف ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے اسے مقبولیت ملتی ہے۔ صحاح ستہ کی ہر کتاب کی بھی الگ الگ اہم اور نمایاں خصوصیات ہیں، مثلاً بخاری کے تراجم کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، ان میں لطیف اشارات اور دقیق استنباطات پائے جاتے ہیں۔ اہل علم فقہ البخاری فی تراجمہ کے حوالے سے امام بخاری کی باریک بینی اور بالغ نظری کا لوہا مانتے ہیں۔^(۱) مسلم کا نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ ایک مضمون کی جملہ احادیث کو بڑی خوب صورتی اور حسن ترتیب کے ساتھ یک جا بیان کرتے ہیں؛ ایک حدیث کی متعدد اسانید کو بڑے سلیقے سے ذکر کرتے ہیں۔^(۲) ترمذی میں مؤلف کا قول: وفي الباب عن فلان و فلان خصوصیت

❖ پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا۔

❖❖ اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا۔ (drshahbazuos@hotmail.com)

۱- فقہ البخاری فی تراجمہ کے مفہوم، اس کی وسعت و گہرائی، اس سے ہونے والے قبح استنباطات اور ان کی قدر و قیمت سے متعلق اہل علم کی آرا کے حوالے سے دیکھیے: ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ت: فواد عبد الباقی و عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، (بیروت: دار المعرفۃ، ۱۳۷۹ھ)، ۱: ۱۳؛ عبد الحسین بن حمد بن عبد الحسین بن عبد اللہ بن حمد العباد البدر، عشرون حدیثاً من صحیح البخاری: دراسة أسانیدھا و شرح متونها، (مدینہ منورہ: الجامعۃ الإسلامیہ، ۱۴۰۹ھ)، ۱: ۱۸؛ محمد انور شاہ بن معظم شاہ کشمیری، العرف الشذی شرح سنن الترمذی، ت: محمود شاکر، (بیروت: دار التراث العربی، ۲۰۰۳ء)، ۱: ۳۵۔

۲- امام نووی (۶۷۶ھ) نے اپنی شرح مسلم میں امام مسلم کی اس حسن ترتیب پر خوب صورت گفت گو کی ہے۔ ملاحظہ کیجیے: ابوزکریا محمد بن یحییٰ بن شرف النووی، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج (بیروت: دار إحياء التراث العربی، ۱۳۹۲ھ)، ۱: ۱۵۔

کا حامل ہے، جس میں مؤلف زیر نظر روایات کی تخریج کرتے ہیں۔^(۳) نسائی کی خصوصیت بعض احادیث کے ضمن میں مؤلف کا کلام: قال أبو عبد الرحمن: هذا الحديث خطأ.^(۴) نیز تراجم نسائی ہیں۔ ابن ماجہ کی خصوصیت، اس کی متعدد نادر اور غریب احادیث ہیں۔^(۵) اسی طرح سنن أبي داؤد کی کئی ایک خصوصیات ہیں،

۳۔ ترمذی کے حوالے سے اس ضمن میں شارحین حدیث کی متعدد کتب کا حوالہ ملتا ہے۔ مثلاً ابن سید الناس (م ۵۳۳ھ)، آٹھویں صدی ہجری کے مصنف، جن کی کتاب عیون الأثر فی فنون المغازی والشہائل والسير سیرت طیبہ کے موضوع پر ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں قاضی الشوکانی (م ۱۲۵۰ھ) نے البدر الطالع فی أعیان القرن التاسع میں، حافظ ابن حجر نے الدرر الكامنة فی رجال المائة الثامنة میں اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون میں نقل کیا ہے کہ انھوں نے ترمذی کی ایک مفصل شرح لکھنی شروع کی تھی، لیکن ابھی تقریباً دس جلدیں لکھ پائے تھے اور ایک ٹلٹ کتاب باقی تھی کہ وفات ہو گئی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگر وہ اپنی شرح کو علوم حدیث تک محدود رکھتے تو مکمل ہو جاتی، لیکن اس میں انھوں نے بہت سے علوم و فنون کو جمع کرنا شروع کیا، اس لیے عمر ساتھ نہ دے سکی، پھر بعد میں حافظ عراقی (م ۸۰۶ھ) نے، جو حافظ ابن حجر کے استاذ ہیں، اس شرح کو مکمل کرنا شروع کیا، لیکن علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) کے قول کے مطابق وہ بھی مکمل نہ کر سکے، لہذا یہ مفصل شرح کبھی شائع نہ ہو سکی۔ حافظ ابن حجر نے بھی ترمذی کی ایک شرح لکھی تھی۔ فتح الباری میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی معروف حدیث ”أنتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبأطہ قوم“ کی شرح کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ میں نے جامع ترمذی پر ایک شرح لکھی ہے، جس میں ثابت کیا ہے کہ بول قائما کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ ملاحظہ ہو: فتح الباری شرح صحیح البخاری، باب البول عند سبأطہ قوم، ۳۳۰:۱، لیکن یہ کتاب بھی دست بردمانہ کا شکار ہو گئی، البتہ حال ہی میں اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بہ عنوان کشف النقاب عما یقولہ الترمذی وفي الباب کراچی سے شائع ہوئی ہے۔

۴۔ ایسے مواقع پر البتہ امام نسائی کا احادیث پر کلام اور زیر نقد حدیث کے مقابل صحیح کی تلاش اہم تحقیق طلب امر ہے۔

۵۔ سنن ابن ماجہ کی خصوصیات کے بارے میں مفصل معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی،

تہذیب التہذیب (بیروت: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۳ء)، ۵۳۱:۹؛ صدیق حسن خان، الحطیة فی ذکر الصحاح

الستة (لاہور: المكتبة العلمية، ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء)؛ محمد لطفی الصباغ، الحدیث النبوی: مصطلحہ،

بلاغتہ، کتبہ (بیروت: المكتب الإسلامی، ۱۹۸۳ء)، ۵۳۵-۵۳۶۔

مثلاً محدث موصوف کسی حدیث کی سند کو بیان کرتے وقت ایک اور سند کے ساتھ اسی حدیث کی دوسری سند ذکر کر دیتے ہیں اور پھر ہر سند کے جو الفاظ مروی ہوتے ہیں ان کو الگ الگ ممتاز کر دیتے ہیں، اسی طرح ترجمۃ الباب کے ذریعے جمع بین الروایات اور دفع تعارض کی طرف اشارہ کرتے ہیں، نیز طویل حدیث کا اختصار کرتے اور حدیث کا وہ حصہ ذکر کرتے ہیں جو ترجمۃ الباب سے مناسبت رکھتا ہے۔ اس نوع کی خصوصیات میں سب سے اہم خصوصیت قال أبو داؤد ہے۔ امام ابو داؤد کی قال أبو داؤد سے فقہی مسائل، اسانید، جرح و تعدیل، توجیہ حدیث اور شرح غرائب و مفردات وغیرہ مختلف اغراض ہوتی ہیں؛ ہر مقام پر اس کا مطلب اور ان اختلافات و فروق کو سمجھنا، جن کو وہ بیان کرنا چاہتے ہیں، ایک نہایت اہم اور وقیع کام ہے۔ اس موضوع کی وضاحت سنن أبي داؤد کے شارحین اپنی شروحات میں کرتے ہیں۔ ان سطور میں قال أبو داؤد کے بارے میں صاحب بذل الجہود مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب و منہج کا جائزہ پیش کرنا مقصود ہے۔ ابو داؤد کی اس خصوصیت کا تذکرہ خود صاحب بذل الجہود نے اپنی کتاب کے مقدمے میں کیا ہے۔^(۶)

۶۔ مولانا سہارن پوری (۱۳۴۶ھ) نے مقدمہ کتاب میں ایک عنوان قائم کیا ہے: وأهتم في هذا الشرح بأمور قلما يوجد في غيرها. (میں نے اپنی اس شرح میں چند ایسی چیزوں کا اہتمام کیا ہے جو صرف اور صرف اسی شرح ہی کا خاصہ ہے، کسی اور شرح میں وہ باتیں نہیں ہیں۔) اس عنوان کے ضمن میں ”حل قال أبو داؤد“ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ”وأما ما يتعلق بحل أقوال أبي داؤد فخطاري مقتضبه غالباً، لأنه لا يوجد من كتب المتقدمين ما يحل صعب أقواله.“ (اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت ”حل قال أبو داؤد“ ہے، اس حوالے سے جو گفت گوئی گئی ہے وہ میرے وسعت مطالعہ کا نتیجہ ہے، اس لیے کہ متقدمین کی کتب میں امام ابو داؤد کے مشکل اقوال کی اس طرح سہل انداز میں تشریح نایاب ہے۔) ملاحظہ ہو: مولانا خلیل احمد سہارن پوری، مقدمة بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، (بیروت: دار البشائر الإسلامیہ، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۶ء)، ۱: ۱۵۸۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علی گڑھ میں ۱۹، ۱۸، ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو ایک سیمینار منعقد ہوا، جس کا مرکزی عنوان ”علوم الحدیث: مطالعہ و تعارف“ تھا، اس سیمینار میں علوم حدیث و کتب احادیث سے متعلق مختلف مقالہ جات پڑھے گئے، چند ایک احادیث کی شروحات سے متعلق بھی تھے۔ سیمینار میں پڑھے جانے والے مقالہ جات کو ”علوم الحدیث، مطالعہ و تعارف“ کے نام سے مکتبہ دارالکتب السلفیہ لاہور نے مولانا رفیق احمد رئیس سلفی کی کاوش سے شائع کیا ہے۔ اس سیمینار میں مولانا عزیز احمد مدنی نے ایک مقالہ ”سنن أبي داؤد کی تین شروح: مختصر تقابلی جائزہ“ کے عنوان سے پڑھا۔ اس میں تین شروح: غایۃ المقصود، عون المعبود اور

حکم حدیث اور اس کی تحقیق

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بسا اوقات حدیث ذکر کرنے کے بعد اس پر حکم لگاتے ہوئے بتاتے ہیں کہ یہ حدیث کیسی ہے؟ کبھی حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو کبھی اس کے منکر، مرسل یا معروف وغیرہ ہونے کی طرف۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرح کے تبصرے پر شارح، ان کی بات کو من و عن ہی تسلیم نہیں کر لیتے، بلکہ اصول و ضوابط کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے اپنا ناقدانہ تبصرہ کرتے ہیں، جو عقلی و نقلی دلائل سے مزین ہوتا ہے، جس سے قاری تھوڑے وقت میں بہت زیادہ فائدہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس کی ایک مثال کتاب الطہارۃ کے باب الخاتم یكون فيه ذكر الله تعالى يدخل به الخلاء کی ایک حدیث میں ملتی ہے، جسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: ”عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ وَضَعَ خَاتَمَهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ.“^(۷) (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی کو اتار کر جاتے تھے، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔) امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے اس تبصرے پر مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: ”ولعل الحكم بنكارته لأمرين؛ الأول: ترك الوسطة بين ابن جريج والزهري، والثاني: تبديل المتن بمتن

بذل المجهود کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا۔ مقالہ نگار نے اپنے مذکورہ مقالے میں بذل المجهود کی جہاں دیگر امتیازی خصوصیات کا اعتراف کیا، تو وہیں مولانا سہارن پوری کی ان اسکاٹ کو بھی مکمل داد دی جو انھوں نے ”حل قال أبو داؤد“ کے ضمن میں کی ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ”مؤلف نے ابوداؤد کے مشکل ترین اقوال کی توضیح و تشریح خود اپنے وسعتِ مطالعہ اور معلومات کی روشنی میں پیش کی ہے، کیوں کہ متقدمین کی کتابوں میں ان اقوال کا حل موجود نہیں۔ ملاحظہ ہو: عزیز احمد مدنی، ”سنن ابی داؤد کی تین شروح غایۃ المقصود، عون المعبود اور بذل المجهود: مختصر تقابلی جائزہ“، رفیق احمد رئیس سلفی، علوم الحدیث مطالعہ و تعارف (لاہور: مکتبہ دار الکتب السلفیہ)، ۳۷۳-۳۰۲۔

۷- ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الخاتم یكون فيه ذكر الله تعالى يدخل به الخلاء، ت: محمد محی الدین عبد الحمید (بیروت: المكتبة العصرية)، حدیث: ۱۹۔

آخر۔“^(۸) (امام ابو داؤد نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے، اس کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں، اول یہ کہ جرتج اور زہری کے درمیان واسطے کو ذکر نہیں کیا گیا، دوم یہ کہ ایک متن کو دوسرے متن کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا ہے۔) اس مختصر سی وضاحت کے بعد مولانا سہارن پوری نے ”منکر“ کی تعریف ذکر کی ہے اور پھر امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حدیث پر لگائے گئے حکم کو محدثین کے اصول و ضوابط کی کسوٹی پر پرکھا ہے، جس کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کو منکر قرار دینا قواعد و ضوابط کی رو سے صحیح نہیں۔ مولانا سہارن پوری حدیث منکر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”المنکر من الحدیث ما کان فیہ الراوی الضعیف بسوء حفظہ أو جهالته أو نحو ذلك مخالفا للقوي، فالراجح المعروف، ومقابلہ المنکر.“^(۹) (منکر وہ حدیث ہے جس میں کوئی ضعیف راوی چاہے اس کا ضعف حافظے کی کم زوری کی وجہ سے ہو یا اس کی جہالت (محدثین کے ہاں معروف نہ ہونے) کی وجہ سے، روایت حدیث میں اپنے سے قوی راوی کی مخالفت کرے، تو اس ضعیف راوی کی روایت کو منکر اور قوی کی روایت کو معروف کہا جاتا ہے۔)

مولانا سہارن پوری نے اپنی عادت کے موافق صرف اسی تعریف ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی شرح نخبة الفکر کے حوالے سے بھی منکر کی تعریف کی ہے، لکھتے ہیں: ”قال الحافظ في شرح النخبة: وإن وقعت المخالفة مع الضعيف أي إن كان الراوي المخالف ضعيفا بسوء حفظه أو جهالته أو نحو ذلك فالراجح يقال له: المعروف، ومقابلہ المنکر.“^(۱۰) (منکر وہ حدیث ہے جس میں کوئی ضعیف راوی چاہے اس کا ضعف حافظے کی کم زوری کی وجہ سے ہو یا اس کی جہالت کی وجہ سے، روایت حدیث میں اپنے سے قوی راوی کی مخالفت کرے، تو اس ضعیف راوی کی روایت کو منکر اور قوی کی روایت کو معروف کہا جاتا ہے۔) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) کی مذکورہ بحث سے پتا چلتا ہے کہ منکر کی تعریف میں دو مذہب ہیں۔ مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں کہ منکر کی تعریف کے حوالے سے محدثین کے ان دونوں گروہوں کی بات کو سامنے رکھا جائے تو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کو منکر کہنا درست معلوم نہیں ہوتا، ان کے الفاظ ہیں:

۸- خليل احمد سہارن پوری، بذل المجہود في حل سنن أبي داؤد (بيروت: دار البشائر الإسلامية، ۲۰۰۶ء)، ۱:

۲۳۰-

۹- نفس مصدر-

۱۰- نفس مصدر، ۱: ۲۳۱-

فقول أبي داؤد: وهذا حديث منكر، لا يكاد يصح على المذهبين، لأن همامًا ثقة حافظ، روى له الشيخان واحتج به فليس بضعيف، ولا ممن يطعن بفحش الغلط أو كثرة الغفلة أو الجهالة أو ظهور الفسق فلا يكون حديثه منكراً على المذهبين، نعم لو قال أبو داؤد: وهذا حديث مدلس لكان له وجه، لأن أصحاب ابن جريج روى عن ابن جريج بزيادة واسطة بينه وبين الزهري وخالفهم همام فحذفه. (۱۱)

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ یہ حدیث منکر ہے ان دونوں مذاہب کی رو سے صحیح معلوم نہیں ہوتا، (جنہیں حافظ ابن حجر نے منکر کی تعریف میں ذکر کیا ہے) اس لیے کہ ہم تو ثقہ راوی ہیں، جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ شیخین (امام بخاری و مسلم) نے ان سے روایات لی ہیں اور ان سے استدلال کیا ہے۔ مزید برآں ان کا شمار ان رواۃ میں ہوتا ہے جن پر نہ تو زیادہ غلطیوں کا طعن کیا گیا ہے اور نہ جہالت اور کثرت غفلت ہی کا، نیز ان سے کسی قسم کے فسق کا ظہور بھی نہیں ہوا۔ جب یہ تمام خوبیاں ان کے اندر پائی جاتی ہیں تو پھر ان کی مذکورہ روایت کو منکر کہنا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر امام ابو داؤد رحمہ اللہ اس حدیث کو مدلس قرار دیتے تو یہ بات درست مانی جاسکتی تھی، اس لیے کہ ابن جریج کے شاگردوں نے اس روایت کو جب ذکر کیا ہے تو ابن جریج اور زہری کے درمیان واسطے کے ساتھ ذکر کیا ہے، جب کہ ہمام نے اس حدیث کو ابن جریج اور زہری کے درمیان بغیر واسطے کے ذکر کیا ہے۔

مولانا سہارن پوری کا مذکورہ تبصرہ بلاشبہ وقیع ہے، مگر اس میں ایک چیز کھٹکتی ہے اور وہ یہ کہ شارح نے ”منکر“ کی تعریف نقل کرتے ہوئے جس کتاب کا حوالہ دیا وہ حافظ ابن حجر کی ہے جو فقہ میں امام شافعی کے پیروکار ہیں۔ مولانا سہارن پوری چوں کہ فقہ حنفی سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے مناسب یہ تھا کہ ”منکر“ کی تعریف کے حوالے سے احناف اصولیین کے موقف کو بھی پیش کر دیتے تاکہ حدیث منکر کے بارے میں احناف اصولیین کا موقف بھی سامنے آجاتا۔ (۱۲)

۱۱- نفس مصدر، ۱: ۲۳۱۔

۱۲- احناف اصولیین کے نزدیک ”منکر“ کی تعریف بھی محدثین کی بیان کردہ تعریف سے ملتی جلتی ہے، کشف الأسرار شرح أصول البزدوي میں اس کی تعریف یوں مذکور ہے: ”فأما إذا كان ظهر حديثه ولم يظهر من السلف إلا الرد لم يقبل حديثه وصار مستنكراً.“ (اگر کسی راوی کی حدیث اس طور پر ہو کہ اس طرح کی کوئی حدیث بھی اسلاف میں سے کسی سے منقول نہ ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا، اور ایسی حدیث کو منکر اور مستنکر کہا جاتا ہے۔) اس حوالے سے جامع اور مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو: عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی، کشف الأسرار شرح أصول البزدوي (دارالکتب الإسلامی، س-ن)، ۲: ۳۸۸۔

اس کی ایک اور مثال کتاب الصلاة کے باب فی قیام شہر رمضان کی اس روایت سے ملتی ہے جسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: ”حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ، أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَيْسَ هَذَا الْحَدِيثُ بِالْقَوِيِّ، مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ ضَعِيفٌ.“^(۱۳) (اس حدیث پر امام ابو داؤد نے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے اور ضعف کی وجہ بھی بیان کی ہے کہ مسلم بن خالد کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن مولانا سہارن پوری کی تحقیق کے مطابق مسلم بن خالد ضعیف نہیں ہیں، کیوں کہ بہت سارے محدثین سے ان کی توثیق ثابت ہے، لکھتے ہیں:

ولكن قال الحافظ في تهذيب التهذيب: ذكره ابن حبان في الثقات، وقال كان من فقهاء الحجاز، ومنه تعلم الشافعي الفقه قبل أن يلقي مالكا، وكان مسلم بن خالد يخطي أحيانا، وقال عثمان الدارمي عن ابن معين: ثقة، وقال أحمد بن حنبل: سمعت يحيى بن معين يقول: كان مسلم بن خالد ثقة صالح الحديث، وقال الدار قطني: ثقة حكاه ابن القطان.^(۱۴)

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں مسلم بن خالد کے بارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ ابن حبان نے مسلم بن خالد کو ثقات (قابل اعتماد و قابل بھروسہ) راویوں میں شمار کیا ہے، اور یہ بھی کہا ہے کہ ان کا شمار حجاز کے فقہاء میں ہوتا ہے، امام شافعی نے امام مالک کی شاگردی سے پہلے انھی سے فقہ کا علم حاصل کیا تھا، البتہ کبھی کبھی ان سے خطا بھی ہو جاتی تھی۔ اسی طرح عثمان دارمی اور ابن معین نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے کہتے ہوئے سنا کہ مسلم بن خالد ثقہ ہیں، ان کی حدیث قابل حجت ہے۔ امام دار قطنی نے بھی ان کو ثقہ کہا ہے اور لکھا ہے کہ ان سے ابن قطان نے بھی روایت کیا ہے۔

مولانا سہارن پوری کی طرف سے اس ساری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس حدیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگانا درست نہیں ہے، کیوں کہ مسلم بن خالد راوی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ راوی ہیں۔

مرسل ہونے کا حکم اور اس کی تحقیق

بعض اوقات امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کسی ایسی حدیث پر مرسل ہونے کا حکم لگاتے ہیں جو فقہائے احناف کا مستدل ہوتی ہے۔ ایسے مقام میں بھی مولانا سہارن پوری اس حدیث کی مکمل تحقیق کرتے ہیں، اور اس حدیث کی

۱۳- سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في قيام شهر رمضان، رقم: ۱۳۷۷۔

۱۴- سہارن پوری، بذل المجہود، ۶: ۱۸-۱۹۔

مؤیدات تلاش کر کے اسے حسن ثابت کرتے ہیں اس کی مثال کتاب الصلاة کے باب في الأذان قبل دخول الوقت کی اس روایت میں ملتی ہے جسے حضرت بلال رضي الله عنه نے روایت کیا ہے: ”حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَدَّادٌ مَوْلَى عِيَاضٍ لَمْ يُدْرِكْ بِلَالًا.“^(۱۵) (امام ابوداؤد نے اس حدیث کے بارے میں یہ کہا ہے کہ روایت میں آنے والے راوی شہادے تو حضرت بلال رضي الله عنه کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ جس کی وجہ سے یہ حدیث مرسل ہو گئی۔)

مولانا سہارن پوری اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: ”هذا الحديث حجة لأبي حنيفة ومحمد علي أبي يوسف والشافعي.“^(۱۶) (یہ حدیث امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی طرف سے امام شافعی اور امام ابویوسف کے خلاف واضح حجت ہے۔)^(۱۷) اب امام ابوداؤد کی طرف سے کیے گئے اس تبصرے کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: ”فأشار المصنف إلى ضعف هذا الحديث بانقطاعه وإرساله، واختلف في رده وقبوله، فقال أبو حنيفة ومالك وأحمد في قول: يقبل مطلقا، قال في النخبة: فذهب جمهور المحدثين إلى التوقف لبقاء الاحتمال، وهو أحد قولي أحمد، وثانيهما وهو قول المالكيين والكوفيين: يقبل مطلقا.“^(۱۸) (مصنف کتاب امام ابوداؤد نے اس حدیث کے مرسل اور منقطع ہونے کی طرف اشارہ کر کے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس کے رد و قبول میں فقہاء و محدثین میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ حدیث مرسل کو مطلقاً قبول

۱۵- سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب في الأذان قبل دخول الوقت، رقم: ۵۳۲۔

۱۶- سہارن پوری، مصدر سابق، ۳: ۳۵۵۔

۱۷- واضح رہے کہ مذکورہ حدیث ایک مختلف فیہ مسئلے میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد رضي الله عنهما کی واضح دلیل ہے۔ وہ مختلف فیہ مسئلہ یہ ہے کہ اتنی بات پر تو تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ فجر کے علاوہ کی نمازوں میں اگر مؤذن نے وقت سے پہلے اذان دے دی تو اذان نہیں ہوگی، اس کا اعادہ کروایا جائے گا۔ اختلاف اس بات میں ہوا ہے کہ اگر کسی مؤذن نے فجر کی اذان وقت سے پہلے دے دی تو کیا اس کا بھی اعادہ کیا جائے گا یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رضي الله عنهما کے نزدیک اعادہ کروایا جائے گا، جب کہ امام ابویوسف اور امام شافعی رضي الله عنهما کے نزدیک اعادہ نہیں کروایا جائے گا۔

۱۸- سہارن پوری، بذل المجہود، ۳: ۳۵۵۔

کیا جائے گا۔ نخبۃ الفکر میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جمہور محدثین تو توقف کی طرف ہی گئے ہیں کیوں کہ یہاں یہ ہر حال دوسرا احتمال بھی ہے، اور یہی ایک قول امام احمد کا بھی ہے، جب کہ امام مالک اور امام احمد کا دوسرا قول یہی ہے کہ حدیث مرسل کو مطلقاً قبول کیا جائے۔^(۱۹)

احناف اصولیین کی کتب کے مطالعے سے حدیث مرسل کے قبول و عدم قبول کے بارے میں ان کے پانچ مذاہب معلوم ہوتے ہیں:

ایک مذہب عیسیٰ بن ابان کا ہے۔ ان کے نزدیک قرنِ ثالث تک کے لوگوں کا مرسل مقبول ہے، اس شرط کے ساتھ کہ راوی عادل ہو، البتہ بعد کے زمانے کے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص مرسل روایت کرے تو اگر وہ جرح و تعدیل کے اصول و ضوابط کی معرفت رکھتا ہو اور ائمہ دین میں سے ہو تو اس کا ارسال بھی قبول کر لیا جائے گا ورنہ نہیں۔^(۲۰) اس مذہب کو اختیار کرنے والوں میں علامہ بزودی^(۲۱)، علامہ خبازی^(۲۲)، علامہ ساعانی^(۲۳) صاحب کشف الأسرار، علامہ بخاری^(۲۴)، علامہ بابرقتی^(۲۵)، ملا علی قاری^(۲۶) اور ظفر احمد عثمانی^(۲۷) شامل ہیں۔

۱۹- واضح رہے کہ حدیث مرسل کی چار انواع ہیں: صحابی کی مرسل، قرنِ ثانی اور ثالث کی مرسل، ان کے بعد کے زمانے میں آنے والے ہر عادل کی مرسل اور وہ روایت جو من وجہ مرسل اور من وجہ متصل ہو۔ حدیث مرسل کے قبول و رد کے بارے میں محدثین اور فقہاء کا جو اختلاف مروی ہے وہ پہلی قسم کے علاوہ کا ہے، اس لیے کہ صحابہ تمام کے تمام عدول ہیں۔ ملاحظہ ہو: البخاری، کشف الأسرار، ۳: ۷۔

۲۰- ملاحظہ ہو: قاسم بن قطلوبغا، خلاصۃ الأفكار شرح مختصر المنار (دار ابن حزم، ۱۴۲۳ھ)، ۱۳۳۔

۲۱- فخر الاسلام علی بن محمد البزودی الخفی، کنز الوصول إلى معرفة الأصول (کراچی: نور محمد کتب خانہ، سن)، ۱۷۱۔

۲۲- جلال الدین عمر بن محمد بن عمر الخبازی، المغنی فی اصول الفقہ، تحقیق: مظہر بقا (مکہ مکرمہ: جامعۃ أم القرى، ۱۳۹۱ھ)، ۱۹۱۔

۲۳- احمد بن علی بن تغلب ابن الساعانی، نہایۃ الوصول إلى علم الأصول المعروف ببدیع النظام الجامع بین کتابی البزودی والأحكام (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۲۵ھ)، ۱۷۹۔

۲۴- البخاری، کشف الأسرار، ۳: ۱۷۔

۲۵- اکمل الدین محمد بن محمد البابرقتی، التقریر لأصول فخر الإسلام البزودی، تحقیق: د. عبد السلام صبحی، (کویت: وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، ۲۰۰۵ء)، ۴: ۲۵۴۔

۲۶- ملا علی قاری، توضیح المبانی وتنقیح المعانی، تحقیق: الیاس قبلان (بیروت: دارصادر، ۱۴۲۷ھ)، ۳۲۷-۳۲۸۔

۲۷- ظفر احمد عثمانی، قواعد فی أصول الحدیث (کراچی: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، سن)، ۱۳۸-۱۳۹۔

دوسرا مذہب ابو الحسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، اس کے مطابق عادل شخص کی مرسل روایت کو قبول کیا جائے گا، چاہے وہ کسی بھی زمانے سے تعلق رکھتا ہو۔ اس مذہب کے متبعین میں سے علامہ سمرقندی ^(۲۸) علامہ احسانی ^(۲۹) علامہ محللاوی ^(۳۰) اور علامہ آمدی ^(۳۱) وغیر شامل ہیں۔

تیسرا مذہب امام ابو بکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اس میں قرنِ ثالث تک کے لوگوں کی مرسل اس شرط کے ساتھ قبول ہے کہ وہ کسی غیر ثقہ سے روایت نہ کرتا ہو۔ اور اس کے بعد کے زمانے کے شخص کی مرسل اس وقت قبول کی جائے گی جب وہ عادل رواۃ سے روایت کرنے میں معروف ہو۔ ^(۳۲) اس مذہب کو اختیار کرنے والوں میں سے علامہ سرخسی ^(۳۳) اور علامہ کاکی النخندی ^(۳۴) شامل ہیں۔

۲۸۔ ملاحظہ ہو: علاء الدین ابو بکر محمد بن احمد السمرقندی، میزان الأصول في نتائج العقول، تحقیق: در محمد زکی عبدالبر

(بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۲ھ)، ۳۳۷-۳۳۸۔

۲۹۔ محمد بن ابی بکر الملا الخنقی الاحسانی، اللفظ المعقول في بيان تعريف الأصول، تحقیق: در علی بن سعد بن صالح (بیروت:

مکتبۃ الرشید، ۱۴۲۵ھ)، ۱۳۳۔

۳۰۔ محمد بن عبدالرحمان عبدالمحللاوی، تسهیل الوصول إلى علم الأصول، (مصر: المصطفیٰ البابی الحلبي، سن)، ۱۶۳۔

۳۱۔ علی محمد آمدی، الإحکام في أصول الأحکام، تحقیق: سید الجمیل (بیروت: دارالکتب العربی، ۱۴۱۸ھ)، ۲:

۱۳۷۔

۳۲۔ احمد بن علی الرازی الجصاص، الفصول في الأصول، تحقیق: در جاسم النشمی (بیروت: دارالکتب العلمیہ،

۱۴۲۰ھ)، ۲: ۳۰۔

۳۳۔ ملاحظہ ہو: ابو بکر احمد بن ابی سهل السرخسی، أصول السرخسی، تحقیق: ابو الوفاء الانفاثی (بیروت: دارالکتب

العلمیہ، ۱۴۲۶ھ)، ۱: ۳۶۳۔

۳۴۔ محمد بن محمد بن احمد اکاکی، جامع الأسرار شرح المنار (مکہ مکرمہ: مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، ۱۴۱۸ھ)، ۳: ۷۰۹۔

یاد رہے کہ علامہ کاکی نے اپنے کتاب میں اس بات کی صراحت نہیں کی کہ حدیث مرسل کے حوالے سے ان کا مذہب کیا ہے، البتہ ان کے طرزِ کلام سے بات اخذ ہوتی ہے کیوں کہ ذکر مذہب میں انھوں سے سب سے آخر میں اس مذہب کا تذکرہ کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

چوتھا مذہب یہ ہے کہ قرن ثالث کے بعد والے کسی شخص کی بھی مرسل روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے اس مذہب کو اپنے بعض شیوخ کی طرف منسوب کیا ہے، ^(۳۵) لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب متاخرین اسلاف میں سے کسی کا بھی نہیں رہا ہے۔ ان چار مذاہب کا تذکرہ احناف متقدمین کی کتب میں ملتا ہے۔

اس کے بعد محقق ابن الہمام آئے، انھوں نے ایک اور رائے پیش کی، جس کے مطابق مرسل روایت کا راوی اگر کوئی امام اور پیشوا ہے تو چاہے اس کا تعلق جس زمانے سے بھی ہے، اس کی مرسل روایت کو قبول کیا جائے گا۔ ^(۳۶) اس مذہب کو اختیار کرنے والے حضرات میں علامہ ابن الہمام کے شاگرد رشید امیر الحاج ^(۳۷) شامل ہیں۔ ان تمام مذاہب میں پہلا مذہب راجح معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ قرون ثلاثہ کے صلاح و خیر کے بارے میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے، جب کہ بعد والے زمانوں میں اس درجے کی دیانت داری، تقویٰ، اخلاص اور لہیت باقی نہیں رہی۔

حدیث مرسل کے حوالے سے ایک اور مقام پر بھی مولانا سہارن پوری نے کلام کیا ہے، لیکن وہاں مرسل کی تعریف اور مختصراً حکم بھی ذکر کیا ہے، اس جگہ بھی مرسل کی تعریف حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) کی شرح نخبۃ الفکر کے حوالے سے ہی ذکر کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ”والمرسل: هو ما سقط من آخره بعد التابعي، وصورته أن يقول التابعي سواء كان صغيراً أو كبيراً: قال رسول الله ﷺ كذا، أو فعل ﷺ كذا، أو فعل بحضرة ﷺ كذا، هذا هو مشهور وهو المعتمد، قاله الحافظ في شرح النخبة.“ ^(۳۸) (حدیث مرسل وہ حدیث ہے کہ جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد راوی گرا ہوا ہو، جس کی صورت یہ ہے کہ کوئی تابعی چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، کہے: رسول اللہ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا، یا کوئی کام اس طرح

۳۵- جصاص، الفصول، ۲: ۳۰۔

۳۶- ابن الہمام، التحریر فی أصول الفقه الجامع بین اصطلاحی الحنفیة والشافعیة (مصر: مکتبۃ مصطفیٰ

البابی الحلبي، سن، ۳۳۴۔

۳۷- امیر الحاج، التقرير والتحجير شرح التحجير (مصر: دارالکتب العلمیة بولاق، ۱۴۰۳ھ)، ۲: ۲۸۹۔

۳۸- سہارن پوری، بذل المجہود، ۲: ۴۲-۴۳۔

کیا، یا حضور ﷺ کے سامنے کوئی کام اس طرح کیا گیا۔ یہی تعریف زیادہ مشہور اور قابل اعتماد ہے، اور اسی کو حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب شرح نخبۃ الفکر میں تحریر کیا ہے۔^(۳۹) امام ابو داؤد کی غرض کو ذکر کرنے کے بعد مولانا سہارن پوری حدیث مذکور کے مؤیدات کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وقال في الجوهر النقي: قال ابن أبي شيبة في المصنف: حدثنا جرير عن منصور عن أبي إسحاق عن الأسود عن عائشة

۳۹۔ مولانا سہارن پوری نے اس مقام پر بھی حدیث مرسل کی تعریف حافظ ابن حجر کی شرح نخبۃ الفکر کے حوالے سے کی

ہے، حالانکہ احناف اصولیین نے بھی اپنی کتب میں حدیث مرسل کی تعریف کی ہے۔ اگر اس جگہ ان کی تعریف کو بھی ذکر کر دیا جاتا تو قاری کے لیے زیادہ مفید ہوتا۔ اصولیین کی کتب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں ہر وہ حدیث مرسل ہوتی ہے جس کی سند سے کوئی راوی گرا ہوا ہو، چاہے وہ سند کے شروع سے، یا درمیان سے یا آخر سند سے ہو۔ چنانچہ فقہا کے ہاں مرسل کی تعریف یہ ہے: ”في اصطلاح الفقهاء هُوَ قَوْلٌ غَيْرِ صَحَابِيٍّ فِي كُلِّ عَصْرٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" وَهُوَ قَوْلُ أَصْحَابِنَا وَالْكَرْخِيِّ وَالْجُرْجَانِيِّ." (اصطلاح فقہا میں مرسل

وہ روایت ہے کہ صحابی کے علاوہ کسی بھی زمانے میں کوئی شخص کہے: قال رسول الله ﷺ، یہی قول ہے ہمارے اصحاب کا، اور امام کرخی اور علامہ جرجانی کا۔) ملاحظہ ہو: تقی الدین ابوالبقاء محمد بن احمد بن عبدالعزیز بن علی الفتوحی ابن النجار الجنبلی،

شرح الکوکب المنیر، ت: محمد الزحیلی و نزیہ حماد (مکتبۃ العیبکان، ۱۴۱۸ھ)، ۲: ۵۷۴۔ اس تعریف کی مزید وضاحت علامہ شوکانی کی إرشاد الفحول میں ملتی ہے: ”وَأَمَّا مُجْمُورُ أَهْلِ الْأُصُولِ فَقَالُوا: الْمُرْسَلُ، قَوْلٌ مَنْ

لم يلق النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَوَاءٌ كَانَ مِنَ التَّابِعِينَ أَوْ مِنْ تَابِعِي التَّابِعِينَ أَوْ مِنْ بَعْدَهُمْ۔“ (جمہور اہل اصول مرسل کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ جس شخص کی نبی کریم

ﷺ نے ملاقات نہ ہوئی ہو، وہ کہے: قال رسول الله ﷺ، چاہے وہ تابعی ہو یا تبع تابعی یا ان کے بعد کے زمانے کا کوئی شخص۔) ملاحظہ ہو: محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی، إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول

(بہروت: دارالکتب العربی، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء)، ۱: ۱۷۳۔ مزید برآں حدیث مرسل کے حکم، تعریف اور وجہ تسمیہ

کے حوالے سے مفصل معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: البخاری، کشف الأسرار، ۳: ۷۔

قالت: ما كانوا يؤذنون حتى ينفجر الفجر، وهذا سند صحيح.“^(۳۰) (الجوهر النقي میں مصنف ابن أبي شيبة کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جریر عن منصور عن ابی اسحاق عن اسود کے طریق سے مروی ہے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اذان دینے والے اس وقت تک اذان نہیں دیا کرتے تھے جب تک صبح صادق طلوع نہ ہو جاتی۔ اور حدیث بالکل صحیح ہے۔) اسی طرح حدیث کا دوسرا مؤید ذکر کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: ”وفي التمهيد: وروى زبيد الأيامي عن إبراهيم قال: كلنوا إذا أذن المؤذن بليل أتوه فقالوا: اتق الله وأعد أذانك.“^(۳۱) (اسی طرح التمهيد میں علامہ ابن عبد البر نے زبید الایامی سے جو کہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر کہیں ایسا ہوتا کہ کوئی مؤذن طلوع صبح صادق سے پہلے ہی اذان دے دیتا تو لوگ اس کے پاس آتے اور کہتے: ارے اللہ سے ڈر اور اذان دوبارہ کہہ۔) ان دو روایات سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے جسے امام ابوداؤد نے ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

حدیث پر کسی دوسری سند کے ذریعے حکم اور اس کی تحقیق

صاحب سنن بسا اوقات ایک حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اسی حدیث کی ایک اور سند کو بیان کرتے ہوئے اس پر حکم بھی لگا دیتے ہیں، ان کی اس طرح کی عبارت کو سمجھنا قدرے مشکل ہوتا ہے۔ مولانا سہارن پوری نے اس مشکل کو نہایت خوب صورتی سے حل کیا ہے۔ کتاب الطہارۃ کے باب: کیف التکشف عند الحاجة کے ضمن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث روایت ذکر کی گئی ہے: ”حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ رَجُلٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ حَاجَةً لَا يَرْفَعُ ثَوْبَهُ حَتَّى يَدْنُو مِنَ الْأَرْضِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ - وَهُوَ ضَعِيفٌ.“^(۳۲) (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی

۳۰- سہارن پوری، بذل المجہود، ۳: ۳۵۵۔

۳۱- نفس مصدر، ۳: ۳۵۵۔

۳۲- سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب کیف التکشف عند الحاجة، رقم: ۱۴۔

کریم ﷺ جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو اس وقت تک اپنے کپڑے نہ اٹھاتے جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اسی حدیث کو ایک اور سند ”عَبْدُ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ“ کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے)

لیکن وہ ضعیف ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے سند کو ذکر کرنے کے بعد وَهُوَ ضَعِيفٌ فرمایا ہے، مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں اس سے قاری کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ امام ابوداؤد کی مراد راوی حدیث ہے، کہ اس سند میں آنے والے راوی عبد السلام بن حرب ضعیف ہیں، حالانکہ اس جگہ ہو ضمیر کا مرجع سند ہے نہ کہ راوی حدیث۔ مصنف کی مراد یہ ہے کہ جس سند سے عبد السلام بن حرب اس حدیث کو روایت کر رہے ہیں وہ سند ہی ضعیف ہے، رہا عبد السلام بن حرب کا معاملہ، تو وہ ثقہ راوی ہیں، ان کا ضعف کہیں بھی مروی نہیں ہے۔ مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: ”قال في درجات مرقاة الصعود: (۳۳) ولم يرد تضعيف عبد السلام لأنه ثقة من رجال الصحيحين، بل تضعيف طريق من قال: عن أنس، لأن الأعمش لم يسمع عن أنس فلهذا قال الترمذي: مرسلًا.“ (۳۳) (درجات مرقاة الصعود میں مذکور ہے کہ عبد السلام کا ضعیف ہونا تو کہیں سے بھی ثابت نہیں ہے۔ وہ کیسے ضعیف ہو سکتے ہیں؟ جب کہ وہ صحیحین کے رواۃ میں شمار کیے جاتے ہیں، البتہ جس سند سے وہ روایت کر رہے ہیں وہ طریق اور سند ضعیف ہے، کیوں کہ اس سند میں ہے: عن الأعمش عن أنس، حالانکہ اعش کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔)

مولانا سہارن پوری قال أبو داؤد کا خلاصہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۳۳- یہ کتاب بھی سنن أبي داؤد کی شروحات میں سے ہے اور علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی تالیف شدہ ”مرقاۃ الصعود إلی سنن أبي داؤد“ کا ملخص ہے، جسے علی بن سلیمان الدرنقی (م ۱۳۰۶ھ) نے تالیف کیا ہے۔ یہ کتاب قاہرہ سے ۱۲۹۸ھ میں چھپ چکی ہے۔ واضح رہے کہ علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی شرح مرقاة الصعود إلی سنن أبي داؤد کے مخطوط نسخے ہی پائے جاتے ہیں جن کی طرف فواد سیزگین نے اشارہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: فواد سیزگین، تاریخ التراث (السعودیہ:

جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، ۱۹۹۱ء)، ۱: ۲۳۶۔

۳۴- سہارن پوری، بذل المجہود، ۱: ۲۱۰۔

وحاصل ما قال، أبو داؤد أن ما هنا روايتين، رواية عن الأعمش عن رجل عن ابن عمر، ورواية عبد السلام بن حرب عن الأعمش عن أنس، فضعف أبو داؤد رواية عن أنس بن مالك، لأن هذه الرواية مرسله، فإن الأعمش لم يلق عن أنس بن مالك ولا أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ... (۴۵)

اس قال أبو داؤد کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جگہ دو روایتیں ہیں، ایک روایت کی سند میں اعمش کسی مبہم شخص سے روایت کرتے ہیں (جن کے نام کا تذکرہ یہاں نہیں ہے) اور وہ مبہم شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، جب کہ دوسری روایت کی سند میں عبد السلام بن حرب، امام اعمش سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔ ان دونوں اسناد میں سے امام ابو داؤد نے دوسری سند کو ضعیف قرار دیا ہے، اس لیے کہ امام اعمش کی نہ تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہو سکی اور نہ ہی کسی اور صحابی رسول ﷺ سے۔ البتہ جو روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اسے امام ابو داؤد نے ضعیف نہیں قرار دیا، وجہ یہ ہے کہ اس روایت میں امام اعمش کسی واسطے کے ساتھ روایت کر رہے ہیں اگرچہ وہ واسطہ مبہم ہی ہے، اور ظاہر بات ہے کہ جب امام ابو داؤد نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے تو یہ مبہم واسطہ بھی ان کے نزدیک ثقہ ہی ہو گا، کیوں کہ اگر یہ مبہم واسطہ مجہول ہوتا یا یہ غیث بن ابراہیم ہوتا تو یقیناً اس روایت کو بھی ضعیف قرار دیتے۔

حدیث میں وارد الفاظ پر حکم اور ان کی تحقیق

کبھی کبھی امام ابو داؤد کسی حدیث کے آخر میں اس حدیث میں وارد ہونے والے الفاظ پر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ الفاظ فلاں راوی سے تو منقول ہیں اور فلاں سے نہیں، وغیرہ۔ مولانا سہارن پوری اس تبصرے کی بھی تحقیق کرتے ہیں، اور اس روایت کے طرق کی چھان بین کرتے ہوئے انھیں اس تبصرے کے خلاف کوئی چیز ملے تو اسے منظر عام پر لاتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب الصلاة کے باب: في الصلاة تقام ولم يات الإمام، ينتظرونه قعوداً، میں اس کی ایک مثال ملتی ہے: ”حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عَيْسَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ، قَالَ: حَتَّى تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ، قَالَ أَبُو دَاؤُدَ: لَمْ يَذْكُرْ: ”قَدْ خَرَجْتُ“، إِلَّا مَعْمَرٌ، وَرَوَاهُ ابْنُ عَيْنَةَ، عَنْ مَعْمَرٍ لَمْ يَقُلْ فِيهِ: ”قَدْ خَرَجْتُ.““ (۴۶)

۴۵- نفس مصدر، ۱: ۲۱۰۔

۴۶- سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب: في الصلاة تقام ولم يات الإمام، ينتظرونه قعوداً، رقم: ۵۳۸۔

حدیث کے سلسلے میں قَدْ خَرَجْتُ کے الفاظ صرف اور صرف معمر ہی نے روایت کیے ہیں، البتہ ابن عیینہ نے معمر سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں قَدْ خَرَجْتُ کے الفاظ نہیں ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مذکورہ حدیث امام معمر سے ان کے دو شاگرد روایت کر رہے ہیں؛ ایک عیسیٰ بن یونس اور دوسرے سفیان بن عیینہ۔ عیسیٰ بن یونس کی روایت میں قد خرجت کے الفاظ ہیں، جب کہ سفیان بن عیینہ کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ امام ابوداؤد لکھتے ہیں کہ قد خرجت کے الفاظ صرف اور صرف معمر ہی کی روایت میں مذکور ہیں، اس کے علاوہ کسی اور طریق سے مروی نہیں۔ مولانا سہارن پوری امام ابوداؤد پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”قلت: قال مسلم بن الحجاج في صحيحه: وزاد إسحاق في روايته حديث معمر و شيبان حتى تروني قد خرجت، فهذا يدل على أن الحصر ممنوع، فإن في حديث شيبان برواية إسحاق بن إبراهيم هذه الزيادة المذكورة.“^(۳۷) (امام ابوداؤد کا تو کہنا یہ ہے کہ قد خرجت کے الفاظ معمر کے علاوہ کسی اور طریق سے ثابت نہیں۔۔۔ جب کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس کے علاوہ اسحاق بن ابراہیم کی سند سے قد خرجت کے الفاظ کو ثابت کیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابوداؤد کا تبصرہ درست نہیں۔)

اختلافِ رواۃ کی طرف اشارہ

بسا اوقات امام ابوداؤد کا مقصد قال ابوداؤد سے سند میں راویوں کے اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح کے مقامات میں امام ابوداؤد کے اس منہج کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ مولانا سہارن پوری نے اس طرح کے پیچیدہ مقامات کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی ایک مثال کتاب الطہارۃ کے باب فی الاستتار فی الخلاء کی اس روایت میں ملتی ہے، جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنِ الْخَصِينِ الْخُبْرَانِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ ثَوْرٍ، قَالَ: حُصَيْنُ الْحَمِيرِيُّ،

وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ ثَوْرٍ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخَيْرِيُّ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو سَعِيدٍ الْخَيْرِيُّ هُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (۳۸)

اس حدیث کو ابو عاصم نے ثور سے اور انھوں نے حصین الحمیری سے روایت کیا ہے، اسی طرح اسی حدیث کو عبد الملک بن صباح نے ثور سے اور انھوں نے ابوسعید الخیر سے روایت کیا ہے۔ اس ”قال أبو داؤد“ میں دو قسم کے اختلافات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ پہلے اختلاف کی توضیح کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: ”غرض ابی داؤد بھذا بیان الاختلاف بین روایة عیسیٰ بن یونس وروایة ابی عاصم، فإن عیسیٰ قال: عن الحصین الجبرانی، وقال أبو عاصم: الحمیری، وكلاهما صحیح كما مر، فإن جبران بطن من حمیر.“ (۳۹) (امام ابوداؤد کی غرض ”عیسیٰ بن یونس“ اور ”ابوعاصم“ کی روایات میں اختلاف کو بیان کرنا ہے، وہ اس طرح کہ عیسیٰ بن یونس فرماتے ہیں کہ حصین الجبرانی نے بیان کیا، جب کہ ابوعاصم کا کہنا ہے کہ حصین الحمیری نے بیان کیا۔ مولانا سہارن پوری فرماتے ہیں کہ حصین جبرانی ہو یا حصین الحمیری دونوں صحیح ہیں، کیوں کہ جبران قبیلہ حمیر کی شاخ ہے۔)

دوسرے اختلاف کی طرف اشارہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے: ”وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ ثَوْرٍ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخَيْرِيُّ“۔ یہ اختلاف کس قسم کا ہے؟ اس کی توضیح کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: ”یعنی ان روایة عیسیٰ بن یونس فیہا عن ابی سعید من غیر زیادة علیہ، وفي روایة عبد الملك بن الصباح بزیادة لفظ الخیر، أخرج روایة عبد الملك بن الصباح ابن ماجة، لكن فیہا أبو سعد الخیر بدون الیاء بزیادة لفظ الخیر.“ (۵۰) (اس حدیث کی دو اسناد ہیں، ایک سند عیسیٰ بن یونس کی ہے جب کہ دوسری عبد الملک بن الصباح کی، ان اسناد میں مقام اختلاف، راوی ”ابوسعید“ ہیں۔ عیسیٰ بن یونس کی روایت میں ”ابوسعید“ کے الفاظ ہیں، ان کے نام کے ساتھ ”الخیر“ کا اضافہ نہیں ہے اور عبد الملک بن الصباح

۳۸- سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الاستتار فی الخلاء، رقم: ۳۵۔

۳۹- سہارن پوری، بذل المجہود، ۱: ۲۷۹۰۔

۵۰- نفس مصدر۔

کی سند میں ”ابوسعید الخیر“ کے الفاظ مذکور ہیں۔ جب کہ ابن ماجہ کی روایت میں، جو کہ عبد الملک بن الصباح سے مروی ہے، اس میں ”ابوسعید الخیر“ کے الفاظ ہیں۔) ”قال أبو داؤد“ کی مختصر سی تمہید کے بعد مولانا سہارن پوری اس اختلاف کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وبالجملۃ فہننا اختلافات ثلاثۃ: الأول: أنه أبو سعید بالياء أو أبو سعد بغير الياء، والثاني: هل هو صحابي أو ليس بصحابي، والثالث: انه ملقب بالخير أو لا.“^(۵۱) (اس جگہ تین طرح کے اختلافات ہیں، اول یہ کہ ان کا نام ابوسعید ہے یا ابوسعید۔ دوم یہ صحابی رسول ﷺ ہیں یا نہیں، سوم ان کا لقب ابو الخیر ہے یا نہیں۔)

پہلا اختلاف

راوی کے بارے میں پہلا اختلاف یہ تھا کہ ان کا نام کیا ہے؟ ابوسعید ہے یا ابوسعید؟ اس حوالے سے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں:

فأما الاختلاف الأول: فقال الحافظ في تهذيب التهذيب، ونسب إلى أبي داؤد وابن ماجة فقال: أبوسعيد الخبراني الحميري الحمصي، ويقال: أبو سعد الخير الأنباري، ويقال: إنها اثنان، ثم قال: قلت: الصواب التفریق بينهما، فقد نص على كون أبي سعد الخير صحابيا: البخاري وابن حبان وجماعة، وأما أبو سعید الخبراني فتابعي قطعاً...^(۵۲)

پہلے اختلاف کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب تهذيب التهذيب میں امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بارے میں دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں، کہ ابوسعید الخبرانی الحمیری الحمصی اور ابوسعید الخیر الانباری دونوں ایک ہی شخص کے نام ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو مختلف شخصیات کے نام ہیں، لیکن فیصلہ کن بات کیا ہے؟ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس بارے میں صحیح اور درست بات یہ ہے کہ دو الگ الگ اشخاص کے نام ہیں، ابوسعید الخیر صحابی رسول ﷺ ہیں، جب کہ ابوسعید الخبرانی تابعی ہیں، امام بخاری، ابن حبان اور محدثین کی ایک جماعت کی طرف سے اس بات کی تائید ثابت ہے۔

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب تقریب التهذيب میں بھی اسی راوی کے حوالے سے تفصیلی کلام

کیا ہے، چنانچہ وہاں بھی اسی بات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابوسعید الخبرانی جن کا اصل نام زیاد ہے، مجہول

۵۱- نفس مصدر، ۱: ۲۸۰۔

۵۲- نفس مصدر۔

راوی ہیں اور ان کا شمار محدثین کے تیسرے طبقہ میں ہوتا ہے۔ اس تفصیل کے بعد مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں:

”ويعلم الدار قطنی أن عبد الملك بن الصباح والحسن بن علي عن أبي عاصم قال عن ثور: عن أبو سعد بسكون عينه، إن عيسى بن يونس قال عن ثور: أبو سعيد، كأمر، وإنه الصحيح، وقال النووي: المشهور فيه أبو سعيد، كأمر، انتهى.“^(۵۳) (اس راوی کے حوالے سے امام دار قطنی نے فیصلہ کن بات کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عبد الملک بن الصباح اور حسن بن علی نے ابو عاصم نے امام ثور سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ”ابو سعد“ کے الفاظ ہیں جب کہ عیسیٰ بن یونس نے امام ثور سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ”ابو سعید“ کے الفاظ ہیں، اور یہی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے، اسی طرح امام نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ اس بارے میں مشہور یہی ہے کہ یہ راوی ”ابو سعید“ ہی ہیں۔ واضح رہے کہ امام دار قطنی اور امام نووی دونوں حضرات نے لفظ سعید کو ضبط بھی کیا ہے کہ سعید، امیر کی طرح پڑھا جائے گا۔ تاکہ کہیں سہو کتابت کی وجہ سے اسے ”ابو سعد“ نہ پڑھ دیا جائے۔) اس ساری بحث کے بعد مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: ”فهدء العبارات تدل علی أن الظاهر أنه أبو سعيد، كأمر.“^(۵۴) (ان ساری عبارات سے پتا چلتا ہے کہ سند میں آنے والے راوی کا نام ابو سعید ہے جو کہ امیر کے وزن پڑھا جاتا ہے۔)

دوسرا اختلاف

اس راوی کے بارے میں دوسرا اختلاف یہ تھا کہ آیا یہ صحابی رسول ہیں یا نہیں؟ اس بارے لکھتے ہیں:

”وأما الاختلاف الثاني: فيكفي لدفعه ما قال الحافظ: وأما أبو سعيد الخبراني فتابعي قطعاً، فقول البعض بكونه صحابياً، ليس بصحيح.“^(۵۵) (اس بارے میں حافظ ابن حجر کی بات ہی کافی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ابو سعید الخبرانی یقینی طور پر تابعی ہیں، جن حضرات نے انھیں صحابی کہا ہے وہ درست نہیں ہے۔)

۵۳- نفس مصدر، ۱: ۲۸۱-

۵۴- نفس مصدر-

۵۵- نفس مصدر-

تیسرا اختلاف

اس راوی کے بارے میں تیسرا اختلاف یہ تھا کہ ان کے نام کے آخر میں لفظ ”الخیر“ ہے یا نہیں؟ اس بارے میں بھی مولانا سہارن پوری نے حافظ ابن حجر کی بات پر اعتماد کیا ہے، لکھتے ہیں: ”وَأَمَّا الْاِخْتِلَافُ الثَّالِثُ: فَيَتَكْفَلُ لِدَفْعِهِ مَا قَالَ الْحَافِظُ فِي تَهْذِيبِ التَّهْذِيبِ: وَإِنَّا وَهْمٌ بَعْضُ الرِّوَاةِ فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ: عَنْ أَبِي سَعْدٍ الْخَيْرِ، وَلَعَلَّهُ تَصْحِيفٌ وَحَذْفٌ.“^(۵۶) (اس اختلاف کے حل کے سلسلے میں بھی حافظ ابن حجر کا قول ہی معتبر ہے وہ فرماتے ہیں کہ جن حضرات نے ابو سعد الخیر کہا ہے دراصل ان سے وہم ہوا ہے، اور شاید اس بارے میں روایت سے تصحیف اور حذف واقع ہوا ہے۔ اس کے بعد مولانا نے تصحیف و حذف کی وضاحت کی ہے۔) لکھتے ہیں: ”فالتصحيف فيه في الجزء الأول بتبديل أبي سعيد بصورة أبي سعد، والحذف في الجزء الثاني، وكان في الأصل الخبراني فحذف الجزء الآخر وأبقى لفظ الخير.“^(۵۷) (راوی کے نام میں روایت سے تصحیف اور حذف واقع ہوا ہے، تصحیف تو جز اول میں ہوئی ہے؛ وہ اس طرح کہ ابوسعید کی ’یا‘ کو گرا کر ابوسعید کر دیا گیا اور حذف جزو ثانی میں ہوا ہے، وہ اس طرح کہ اصل میں ان کا نام الخبرانی تھا، لیکن اس کے آخر سے حذف کر کے اسے الخیر بنا دیا گیا۔) نتیجتاً یہ کہ: ”فَعَلِمَ مِنْ هَذَا أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ هَذَا الَّذِي يَرُوي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا يَلْقَبُ بِالْخَيْرِ.“^(۵۸) (حضرت ابو ہریرہ رضي الله عنه سے روایت کرنے والے راوی کا لقب ابو الخیر نہیں ہے۔) اس حدیث کے بعد امام ابوداؤد نے ایک اور شبہ کا ازالہ کچھ یوں کیا ہے: ”قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو سَعِيدِ الْخَيْرِ هُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.“^(۵۹) (امام ابوداؤد کا کہنا ہے کہ ابوسعید الخیر ایک صحابی رسول صلى الله عليه وسلم کا بھی نام ہے۔) امام ابوداؤد کے اس تبصرے کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: ”امام ابوداؤد کی غرض اس ”قال أبو داؤد“ سے ایک شبہ کا ازالہ کرنا

۵۶- نفس مصدر، ۱: ۲۸۱۔

۵۷- نفس مصدر۔

۵۸- نفس مصدر۔

۵۹- سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب في الاستتار في الخلاء، رقم: ۳۵۔

ہے وہ یہ کہ ابو سعید نام کے دو اشخاص ہیں۔ ایک صحابی ہیں اور ایک تابعی، امام ابو داؤد کا مقصد یہ بتانا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت میں جس ابو سعید کا تذکرہ ہوا ہے وہ صحابی نہیں ہیں کہ کوئی یہ سمجھے کہ ایک صحابی دوسرے صحابی سے روایت نقل کر رہا ہے، بلکہ اس روایت میں ابو سعید تو تابعی ہیں، اور ان کے نام کے آخر میں ”الخیر“ نہیں آتا، اور جو ابو سعید صحابی ہیں ان کے نام کے آخر میں ”الخیر“ کا لفظ بھی آتا ہے۔“ (۱۰)

صاحب غایۃ المقصود کے نقد کا جواب:

مولانا سہارن پوری نے اس جگہ صاحب غایۃ المقصود (۱۱) کی طرف سے کیے گئے اس نقد کا جواب دیا ہے جو انھوں نے امام ابو داؤد پر کیا ہے۔ اس ساری بحث کو سمجھنے کے لیے ایک بات کا سمجھنا ضروری ہے، وہ یہ کہ یہاں کل تین راوی ہیں جن میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ عیسیٰ بن یونس، ابو عاصم النبیل اور عبد الملک بن الصباح۔ عیسیٰ بن یونس کی روایت امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں ذکر کی ہے، جس میں مذکور ہے کہ وہ امام ثور سے اور وہ حصین الجبرانی سے اور وہ ابو سعید سے نقل کرتے ہیں۔ اس روایت میں ابو سعید کے ساتھ ”الخیر“ کے الفاظ مذکور نہیں ہیں اور جس سند کے ساتھ عبد الملک بن الصباح روایت کر رہے ہیں اس میں ابو سعید الخیر کے الفاظ مذکور ہیں۔ ابو عاصم النبیل کی سند میں حصین الجبرانی کی جگہ حصین الحمیری کے الفاظ ملتے ہیں۔ گویا ابو عاصم کی روایت کا اختلاف ہے عیسیٰ بن یونس کی روایت کے ساتھ، وہ یہ کہ ابو عاصم حصین الحمیری کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور عیسیٰ

۶۰۔ سہارن پوری، بذل المجهود، ۱: ۲۸۱-۲۸۲۔

۶۱۔ شمس الحق محدث ڈیوانی عظیم آبادی۔ آپ جولائی ۱۸۵۷ء مطابق ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ میں مقام رمنہ میں پیدا ہوئے۔ دینی علوم، معقولات اور ادب وغیرہ پر وسیع نظر تھی، فن حدیث میں غیر معمولی اشتغال کی وجہ سے حدیث پر مجتہد اندہ بصیرت حاصل ہو گئی تھی۔ صحیح و ضعیف، راجح و مرجوح اور حدیث کی تمام اقسام و انواع کے درمیان نقد و تمیز کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے۔ کتب حدیث کی شرح و تعلیق کے علاوہ فقہ و افتاء اور تذکرہ و سیر میں اردو، عربی اور فارسی تینوں زبانوں میں مفید اور بلند پایہ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں، جن میں غایۃ المقصود فی حل سنن أبي داؤد سر فہرست ہے۔ طاعون کی بیماری میں ۲۱ مارچ ۱۹۱۸ء کو وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: محمد عزیز شمس، حیاة المحدث شمس الحق وأعماله (بنارس: جامعہ سلفیہ) غایۃ المقصود فی حل سنن أبي داؤد اکیس پاروں تک مکمل ہو چکی تھی، مگر افسوس کہ اس کے اکثر اجزایا ناپید ہو گئے، ان میں سے چند شائع ہوئے ہیں جن میں کتاب الطہارۃ کی شرح مکمل ہو گئی ہے، اور کتاب الصلاۃ کے چند ابواب کی شرح بھی ملتی ہے۔ اس شرح کا جدید ایڈیشن علمی اکیڈمی کراچی اور حدیث اکیڈمی فیصل آباد سے ۱۳۱۴ھ میں جناب محمد الیاس عبدالقادر اور شیخ عبدالحمید حبیب اللہ ناشٹی کے زیر اہتمام تین جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

بن یونس حصین الجبرانی کے ساتھ۔ اس جگہ صاحب غایۃ المقصود نے امام ابو داؤد پر نقد کیا ہے اور مولانا سہارن پوری نے امام ابو داؤد کی طرف سے اس نقد کا دفاع کیا ہے۔ مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: وأما ما قال صاحب غایۃ المقصود: لكن يقال: إن أبا عاصم النبیل وعبد الملك بن الصباح اتفقا عن ثور بن یزید علی هذا اللفظ، یعنی أبا سعید الخیر، فهو مقدم علی رواية عیسی بن یونس عن ثور بن یزید فإنه متفرد^(۶۲) اس جگہ صاحب غایۃ المقصود نے امام ابو داؤد پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابو عاصم النبیل اور عبد الملك بن الصباح امام ثور سے روایت کرتے ہوئے اس بات پر متفق ہیں کہ انھوں نے ابو سعید الخیر سے روایت کیا ہے، جب کہ عیسی بن یونس امام ثور سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انھوں نے ابو سعید سے روایت کیا۔ ان کی روایت میں ابو سعید کے ساتھ ”الخیر“ کے الفاظ مذکور نہیں ہیں۔ صاحب غایۃ المقصود کا مقصد امام ابو داؤد کو الزام دینا ہے کہ انھوں نے اپنی سنن میں عیسی بن یونس کی متفرد روایت ذکر کی ہے حالانکہ جس روایت پر دوراوی متفق ہیں اس کا ذکر زیادہ مناسب تھا۔

مولانا سہارن پوری امام ابو داؤد کی طرف سے اس الزام کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد پر یہ اعتراض درست معلوم نہیں ہوتا، کیوں کہ انھوں نے صرف اور صرف ایک اختلاف ذکر کیا ہے جو ابو العاصم اور عیسی بن یونس کے درمیان ہوا ہے، اور وہ یہ کہ ابو عاصم اپنی سند میں امام ثور سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انھوں نے حصین الحمیری سے روایت کیا، جب کہ عیسی بن یونس بھی امام ثور ہی سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انھوں نے حصین الجبرانی سے نقل کیا۔ نام تو دونوں نے ایک ہی راوی کا ذکر کیا ہے لیکن نسبت میں اختلاف کیا ہے؛ ایک نے حمیری اور دوسرے نے جبرانی، دونوں صحیح ہیں کیوں کہ جبران قبیلہ حمیر کی ہی شاخ ہے، لیکن امام ابو داؤد نے امام عاصم کی روایت کا وہ اختلاف ذکر نہیں کیا (جس کی طرف صاحب غایۃ المقصود نے اشارہ کیا ہے) جس میں لفظ ”الخیر“ زیادہ ہے۔ اگر امام عاصم کی روایت میں اس طرح کا کوئی اختلاف ہوتا تو امام ابو داؤد اسے ضرور ذکر کرتے، اور امام ابو داؤد کے طرز سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح کہ انھوں نے عیسی بن یونس اور عبد الملك بن الصباح کی روایت میں لفظ ”الخیر“ کے اختلاف کو ذکر کیا ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی کہ امام عاصم اور عبد الملك بن الصباح لفظ ”الخیر“ کی زیادتی میں متفق ہوتے تو امام ابو داؤد اسے ضرور ذکر کرتے، لہذا امام ابو داؤد کو الزام دینا کسی طرح درست نہیں۔^(۶۳)

۶۲- سہارن پوری، بذل المجہود، ۱: ۲۸۱-۲۸۲۔

۶۳- سہارن پوری، نفس مصدر، ۱: ۲۸۲۔

طرق حدیث کا استقصا

بعض اوقات امام ابوداؤد کسی حدیث کے اختتام پر اسی حدیث کے مختلف طرق کا ذکر بھی کر دیتے ہیں؛ مولانا سہارن پوری ان طرق کا استقصا کرتے ہوئے ان کے مصادر کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ اس حوالے سے اگر انھیں کوئی روایت نہ ملے تو اس کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ روایت مجھے دست یاب کتب احادیث سے نہیں مل سکی۔ اس کی ایک مثال کتاب الطہارۃ کے باب کیف یستاک کی روایت میں ملتی ہے جس میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، اس کے الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَبْرِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مُسَدَّدٌ قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ فَرَأَيْتُهُ يَسْتَاكُ عَلَى لِسَانِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ سُلَيْمَانُ: قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْتَاكُ، وَقَدْ وَضَعَ السَّوَاكَ عَلَى طَرَفِ لِسَانِهِ، وَهُوَ يَقُولُ: «إِهْ إِهْ» بِغَنِي يَنْهَوِّعُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُسَدَّدٌ: فَكَانَ حَدِيثًا طَوِيلًا وَلَكِنِّي اخْتَصَرْتُهُ. (۳۳)

مسدد کی روایت کے الفاظ ہیں کہ حضرت ابو بردہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ ﷺ سے اونٹوں کا مطالبہ کیا، تو اس وقت نبی کریم ﷺ اپنی زبان پر مسواک فرما رہے تھے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اسی حوالے سے سلیمان کے الفاظ یہ ہیں، حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے والد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ مسواک فرما رہے تھے اس دوران میں دیکھا کہ مسواک آپ ﷺ کی زبان کے کنارے پر تھی، اور آپ کے گلے سے ”آہ آہ“ کی آواز آرہی تھی۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت طویل تھی لیکن میں نے اسے مختصر اذکر کیا ہے۔

مولانا سہارن پوری اس حدیث کے حوالے سے کتب احادیث میں وارد ہونے والے مختلف الفاظ کے بارے میں لکھتے ہیں: ”امام نسائی نے اس حدیث کی تخریج ان الفاظ میں کی ہے: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے اشعری قبیلے کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوا، اس حال میں کہ ہم آپ ﷺ سے اونٹوں کا سوال کر رہے تھے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بخدا میرے پاس اس وقت کوئی اونٹ نہیں، میں تمہیں اونٹوں پہ سوار نہیں کر سکتا۔“ (۳۴)

۶۳- سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب کیف یستاک، الحدیث: ۳۹۔

۶۵- ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی النسائی، سنن النسائی، ت: عبد الفتاح ابو زہد (حلب: مکتب

المطبوعات الإسلامية، ۱۹۸۶ء، ۲: ۷۰، رقم: ۳۷۸۰۔

حدیث کے الفاظ ذکر کرنے کے بعد مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: ”ولیس فیہ ذکر السواک“ (۶۲)
 (نسائی کی اس حدیث میں مسواک کا ذکر نہیں ہے۔) جب کہ امام ابو داؤد نے جو حدیث ذکر کی تھی اس میں مسواک
 کا ذکر تھا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: ”وکذلک أخرجه مسلم من حدیث خلف بن هشام وقتیبہ ویحیی
 بن حبیب الحارثی بهذا السند، ولیس فیہ ذکر السواک.“ (۶۳) (اسی طرح امام مسلم نے بھی خلف بن
 هشام، قتیبہ اور یحییٰ بن حبیب الحارثی کی سند سے ساتھ یہی حدیث ذکر کی ہے، لیکن اس حدیث میں بھی مسواک کا ذکر
 نہیں ملتا۔) مولانا سہارن پوری نے مسلم کی ایک روایت کا بھی ذکر کیا ہے جو ابواسامہ کی سند سے مروی ہے، جس
 کے الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: أُرْسَلَنِي أَصْحَابِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ هُمْ الْخُمَلَانَ، إِذْ هُمْ مَعَهُ فِي جَيْشِ الْعُسْرَةِ، وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوكَ، فَقُلْتُ:
 يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنَّ أَصْحَابِي أُرْسَلُونِي إِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ، فَقَالَ: «وَاللَّهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ»، وَوَأَقْتُهُ
 وَهُوَ غَضَبَانٌ وَلَا أَشْعُرُ، فَرَجَعْتُ حَزِينًا مِنْ مَنَعِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (۶۸)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر میرے ساتھیوں نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
 اونٹ مانگنے کے لیے بھیجا، جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میری قوم نے
 آپ کے پاس اونٹ مانگنے کے لیے بھیجا ہے، تاکہ وہ اس پر سواری کر سکیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم بخدا میں
 تمہیں کسی چیز پر سوار نہیں کر سکتا۔ میں نے محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے خفا ہوئے ہیں، اس لیے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے منع فرمانے کی وجہ سے غمگین واپس لوٹ گیا۔

مولانا سہارن پوری اس روایت کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ امام مسلم نے جو روایات اس حوالے سے ذکر
 کی ہیں ان میں سے کسی روایت میں مسواک کا ذکر نہیں ملتا۔ (۶۹) اس کے بعد صحیح بخاری کی روایات کا ذکر کرتے

۶۲- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۳۲۷

۶۳- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۳۲۷

۶۸- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۳۲۷

۶۹- اس حوالے سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں دو اور روایات ذکر کی ہیں، جن کے الفاظ یہ ہیں: حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ هِشَامٍ،
 وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَحْيَى بْنُ حَبِيبِ الْحَارِثِيِّ، وَاللَّفْظُ لِحَلْفِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غِيْلَانَ
 بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ

ہوئے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کی روایات بھی اس حوالے سے مختلف ہیں۔ جن احادیث میں مسواک کا ذکر ملتا ہے ان میں اونٹوں کے سوال کا ذکر نہیں، اور جن میں اونٹوں کے سوال کا ذکر ہے وہ مسواک کے ذکر سے خاموش نظر آتی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری میں دو روایات ایسی ذکر کی ہیں جن میں اونٹوں کے سوال کا ذکر ہے اور ایک روایت ایسی ذکر کی ہے جس میں مسواک کا ذکر ہے، لیکن اونٹوں کے سوال کا ذکر نہیں ہے، جس روایت میں مسواک کا ذکر ہے اس کے بارے میں لکھتے ہیں: ”و كذلك أخرج البخاري من حديث أبي نعمان قال: قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ «يَسْتَنْ بِسِوَاكٍ بِيَدِهِ يَقُولُ أَعُ أَعُ، وَالسِّوَاكُ فِي فِيهِ، كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ.»“ (حضرت ابو بردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ ﷺ مسواک فرما رہے تھے اور مسواک آپ ﷺ کے منہ مبارک میں تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے حلق سے ”اع اع“ کی آواز آرہی تھی۔)

مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: «وَاللَّهِ لَا أَحْمِلُكُمْ، وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ-صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب نَذْبِ مَنْ حَلَفَ يَمِينًا فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، أَنْ يَأْتِيَ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَيُكْفَرُ عَنْ يَمِينِهِ، الحديث: ۱۶۳۹، دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں: حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ زَهْدَمِ الْجَزْمِيِّ، قَالَ أَيُّوبُ: وَأَنَا لِحَدِيثِ الْقَاسِمِ، أَحْفَظُ مِنِّي لِحَدِيثِ أَبِي قَلَابَةَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى فَدَعَا بِإِثْنَيْتَيْهِ وَعَلَيْهَا لَحْمٌ دَجَاجٍ، فَدَخَلَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللَّهِ، أَحْمَرٌ شَبِيهُ بِالْمَوْلِيِّ، فَقَالَ لَهُ: هَلُمَّ، فَتَلَكَّا، فَقَالَ: هَلُمَّ، فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مِنْهُ، فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا، فَفَقَدَرْتُهُ، فَحَلَفْتُ أَنْ لَا أَطْعَمَهُ، فَقَالَ: هَلُمَّ أَحَدْتِكَ عَنْ ذَلِكَ، إِنِّي أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: «وَاللَّهِ لَا أَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ- صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب نَذْبِ مَنْ حَلَفَ يَمِينًا فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، أَنْ يَأْتِيَ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ، وَيُكْفَرُ عَنْ يَمِينِهِ، حديث: ۱۶۵۰-

مذکورہ بالا روایت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کا قصہ تو مذکور ہے، لیکن اس میں اونٹوں کے سوال کا ذکر نہیں ہے، البتہ مسواک کا ذکر ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرما رہے تھے۔ اسی طرح بخاری و مسلم میں اسی سے ملتا جلتا ایک اور قصہ بھی ملتا ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ اشعر کے دو افراد کے ساتھ تھا جن میں سے ایک میری دائیں جانب اور دوسرا میری بائیں جانب تھا۔ جب ہم بارگاہ رسالت میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرما رہے تھے، ان دونوں میں سے ہر ایک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بارے میں سوال کیا، تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو موسیٰ، یا فرمایا اے عبد اللہ بن قیس! میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، انھوں نے مجھے اس بارے مطلع نہیں کیا جو ان کے دل میں تھا اور نہ میں جانتا تھا کہ یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز کے بارے سوال کریں گے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا اب بھی میرے سامنے وہ منظر ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک دیکھ رہا ہوں جو آپ کے ہونٹ مبارک کے نیچے تھی۔^(۴۱)

البتہ صحیح بخاری کی وہ روایت جس میں استعمال یعنی اونٹ کے مطالبے کا ذکر ہے، کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ”وقد ورد في رواية البخاري في قصة الاستحمال، ولفظها: أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ اسْتَحْمَلُهُ، وَهُوَ يَقْسِمُ نَعْمًا مِنْ نَعَمِ الصَّدَقَةِ. قَالَ أَيُّوبُ: أَحْسِبُهُ قَالَ: وَهُوَ غَضْبَانٌ.“^(۴۲) (ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ اشعر کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا سوال کر رہے تھے اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانوروں میں سے جانور تقسیم فرما رہے تھے، ایوب کہتے ہیں کہ میرے گمان کے مطابق اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے کی حالت میں تھے) مذکورہ الفاظ صحیح بخاری کی اس روایت کے ہیں جس میں استعمال کا ذکر ہے، لیکن مسواک کا ذکر نہیں۔ اختلاف روایات کے اس تذکرے کے بعد مولانا سہارن پوری سنن أبي داؤد کی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”فما جمعه أبو داؤد في حديثه، بين قصة الاستحمال وذكر السواك فيها، فلم أجد فيه

۴۱- سہارن پوری، نفس مصدر: ۳۲۷، صحیح البخاری، باب حکم المرتد والمرتدة و استنابتهم، رقم: ۶۹۲۳۔

۴۲- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۳۲۸۔

تبعث من كتب الحديث، فذكر الاستحمال في هذا الحديث، لعله غير محفوظ.“ (۷۳) (امام ابوداؤد نے ایک ہی حدیث میں دو قصوں کا جو ذکر کیا ہے کتب حدیث میں مجھے تتبع اور تلاش کے باوجود نہیں مل سکا، سو معلوم یہی ہوتا ہے کہ استحمال یعنی اونٹ کے مطالبے والی روایت شاید محفوظ نہ ہو۔) مختصر یہ کہ امام ابوداؤد کی سنن میں یہ عادت رہی ہے کہ طویل احادیث کو اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، مذکورہ بالا حدیث بھی انہیں احادیث میں سے ایک ہے۔ مولانا سہارن پوری کی تحقیق کے مطابق امام ابوداؤد نے اس حدیث میں دو قصوں کو اکٹھا کر دیا ہے، جو زمانے اور حالات کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بہت ہی مختلف ہیں، البتہ راوی دونوں قصوں میں ایک ہی صحابی ہے۔ جس کی وجہ سے شاید امام ابوداؤد کو یہ شبہ ہوا ہو۔

اختتام حدیث پر ایک اور سند کا تذکرہ اور اس کی تخریج و تحقیق

کبھی کبھی امام ابوداؤد حدیث کے اختتام پر ایک اور سند کو ذکر کر کے اس پر حکم بھی لگا دیتے ہیں، مولانا سہارن پوری اس سند کی مکمل تحقیق کرنے کے بعد اس پر فیصلہ کن بات بھی کہتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ دست یاب کتب احادیث سے اس سند کی تخریج بھی کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال کتاب الصلاة کے باب تفریع أبواب السجود، وکم سجدة في القرآن میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ملتی ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ الْبَرْقِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ الْخَارِثِ بْنِ سَعِيدِ الْعَتَقِيِّ، عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُنَيْنٍ، مِنْ بَنِي عَبْدِ كَلَّالٍ، عَنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَهُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَجْدَةً فِي الْقُرْآنِ، مِنْهَا ثَلَاثٌ فِي الْمَفْصَلِ، وَفِي سُورَةِ الْحُجِّ سَجْدَتَانِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رُوِيَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى عَشْرَةَ سَجْدَةً وَإِسْنَادُهُ وَاهٍ. (۷۴)

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے جو روایت مروی ہے اس میں ہے کہ قرآن میں کل گیارہ سجدے ہیں، لیکن اس کی سند بہت کمزور ہے۔ مولانا سہارن پوری نے اس حدیث کی تخریج ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ سند کی بھی تحقیق کی ہے اور امام ابوداؤد کی طرف سے لگائے گئے حکم کی مکمل تحقیق کرنے کے بعد اسی کی

۷۳- نفس مصدر۔

۷۴- سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب تفریع أبواب السجود، کم سجدة في القرآن، رقم: ۱۳۰۱۔

تائید کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ”أخرج الترمذي حديث أبي الدرداء بلفظ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكَيْعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ عُمَرَ الدَّمَشْقِيِّ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: سَجَدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى عَشْرَةَ سَجْدَةً مِنْهَا النَّبِيُّ فِي النَّجْمِ.“^(۷۵) اس کے بعد امام ترمذی لکھتے ہیں: ”حَدِيثُ أَبِي الدَّرْدَاءِ. حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ عُمَرَ الدَّمَشْقِيِّ.“ حدیث کی تخریج کے بعد مولانا سہارن پوری امام ابوداؤد کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”قلت: وعمر الدمشقي مجهول، وهو يروي عن مخبر، ولم يسمه، وهو مجهول ايضا.“^(۷۶) (اس حدیث کے راویوں میں چوں کہ عمر الدمشقی آرہے ہیں اور وہ ضعیف راوی ہیں، اس لیے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت شدہ یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔)

متن میں اختلاف الفاظ اور سند میں اختلاف رواۃ کی طرف اشارہ:

بعض اوقات امام ابوداؤد کسی حدیث کے آخر میں متن میں اختلاف الفاظ اور سند میں اختلاف رواۃ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، لیکن یہ بات بڑے مبہم انداز میں بیان کرتے ہیں، اور مولانا سہارن پوری اس کی تشریح بڑے سہل اور آسان الفاظ کے ساتھ کرتے ہوئے دوسرے طرق کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ اس کی ایک مثال کتاب الطہارۃ کے باب الاستبراء من البول میں حضرت عبدالرحمن بن حسنہ کی اس روایت میں ملتی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ وَمَعَهُ دَرَقَةٌ ثُمَّ اسْتَرَّ بِهَا، ثُمَّ بَالَ، فَقُلْنَا: انظُرُوا إِلَيْهِ يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمُرَاةُ، فَسَمِعَ ذَلِكَ، فَقَالَ: أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا لِقِي صَاحِبِ بَنِي إِسْرَائِيلَ، كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَطَعُوا مَا أَصَابَهُ الْبَوْلُ مِنْهُمْ، فَفَهَاهُمْ فَعُدُّبَ فِي قَبْرِهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَنْصُورٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى، فِي هَذَا

۷۵- ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن الترمذی، کتاب أبواب السفر، باب ما جاء في سجود القرآن (مصر:

شركة مكتبة و مطبعة مصطفى البابي الحلبي، ۱۹۷۵ء، ۲: ۴، ۳۵۷، رقم: ۵۶۸، ۵۶۹۔

۷۶- سہارن پوری، بذل المجہود، ۶: ۶۳-۶۵۔

الْحَدِيثِ قَالَ: جِلْدِ أَحَدِهِمْ، وَقَالَ عَاصِمٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَسَدِ أَحَدِهِمْ. (۷۷)

حضرت عبد الرحمن بن حنظل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور عمرو بن عاص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے باہر نکلے، آپ ﷺ کے پاس ایک ڈھال تھی جس کی اوٹ میں بیٹھ کر آپ ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی، اس پر ہم نے کہا دیکھو یہ تو اس طرح (چھپ چھپ کر) پیشاب فرما رہے ہیں جس طرح کہ عورت (چھپ کر) پیشاب کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ صاحب بنی اسرائیل کو جو تکلیف پہنچی تھی؟ ان کے لیے یہ حکم تھا کہ اگر ان کے بدن میں سے کسی جگہ پیشاب لگ جائے تو اس جگہ کو کاٹنے کا حکم تھا، اس شخص نے ان کو روکا تو اسے قبر کے عذاب میں مبتلا کر دیا گیا۔

مولانا سہارن پوری اس حدیث کے الفاظ: انطلقتُ انا وعمرو بن العاص، اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تشریح کرتے وقت اختلافِ روایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وفی روایة لأحمد: قال كنت أنا وعمرو بن العاص جالساً.“ (۷۸) مسند امام احمد کی روایت میں جو الفاظ وارد ہوئے ہیں وہ ان الفاظ سے مختلف ہیں جو امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیے ہیں، سنن ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن حنظل فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کی طرف چل کر گئے، جب کہ مسند امام احمد کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن حنظل فرماتے ہیں کہ میں اور عمرو بن عاص دونوں بیٹھے ہوئے تھے، کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: ”وكذلك في رواية النسائي وابن ماجه، والظاهر من هذا السياق أنها كانا أسلما قبل ذلك.“ (۷۹) (اسی طرح امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں اس حدیث کو نقل کیا ہے، اس حدیث کے سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات اس واقعہ سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔) پھر روایت میں آنے والے لفظ فَقُلْنَا کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”سنن ابو داؤد کی اس روایت میں فقُلْنَا کے الفاظ آئے ہیں، جب کہ مسند امام احمد میں ”فقال بعض القوم“ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، اور بالکل اسی طرح امام نسائی نے بھی یہی الفاظ اپنی

۷۷- سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب الاستبراء من البول، رقم: ۲۲۔

۷۸- سہارن پوری، بذل المجہود، ۱: ۲۳۱۔

۷۹- نفس مصدر۔

سنن میں نقل فرمائے ہیں، البتہ سنن ابن ماجہ میں یہ حدیث ”فقال بعضهم“ کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ ان تمام کتب احادیث کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں آنے والے جملے ”انظروا إلیہ یبول کہا تبول المرأة.“ (دیکھو! یہ شخص تو عورت کی طرح (چھپ کر) پیشاب کر رہا ہے) کے قائل یہ دونوں صحابی رسول نہیں، بلکہ اس کے قائل قوم کے بعض افراد ہیں۔“ (۸۰)

مولانا سہارن پوری کے اس تبصرے سے ایک اشکال حل ہو گیا جو اس روایت کے الفاظ سے جنم لے رہا تھا، وہ یہ کہ جب یہ دونوں صحابی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور انھوں نے نبی کریم ﷺ کو ڈھال کی اوٹ میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا: ”انظروا إلیہ یبول کہا تبول المرأة.“ (دیکھو! یہ شخص تو عورت کی طرح چھپ کر پیشاب کر رہا ہے) اب یہ جملہ کسی صحابی کی شان کے مطابق نہیں، کوئی صحابی آپ ﷺ کے بارے میں ایسے الفاظ نہیں کہہ سکتا۔ مقالہ نگار کی نظر میں مولانا سہارن پوری کا اختلاف روایت کے بیان سے مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس اشکال کو ختم کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا نے مسند امام احمد اور سنن نسائی کی روایت کے الفاظ پیش کر کے انہی کو ترجیح دی ہے، جس میں ہے کہ اس جملے کے قائل یہ دونوں صحابی نہیں بلکہ قوم کے بعض افراد تھے۔ البتہ سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ کی روایت میں آنے والے لفظ فضلنا کا جواب دیتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ اس جملے کے قائل تو قوم کے بعض افراد ہیں، لیکن یہاں ان حضرات کی طرف نسبت مجازاً کر دی گئی ہے۔

اس کی ایک اور مثال کتاب الطہارۃ کے باب السواک من الفطرۃ کی اس روایت میں ملتی ہے

چس کے راوی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں:

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَدَاوُدُ بْنُ شَيْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: قَالَ: مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ، وَقَالَ دَاوُدُ: عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ مِنَ الْفِطْرَةِ الْمُضْمَضَةِ، وَالِاسْتِنْشَاقِ»، فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ إِعْفَاءَ اللَّحْيَةِ، وَرَادَ «وَالْحَتَّانَ»، قَالَ: «إِنَّ الْإِنْتِضَاحَ» وَلَمْ يَذْكُرِ انْتِقَاصَ الْمَاءِ - يَعْني الْإِسْتِنْجَاءَ - قَالَ أَبُو

دَاوُدَ: وَرُوِيَ نَحْوُهُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَقَالَ: «خَمْسٌ كُلُّهَا فِي الرَّأْسِ»، وَذَكَرَ فِيهَا «الْفَرْقَ»، وَلَمْ يَذْكُرْ إِعْقَاءَ اللَّحْيَةِ. (۸۱)

(حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا امورِ فطرت میں سے ہے، اس روایت میں ڈاڑھی کے بڑھانے کا ذکر نہیں ہے، البتہ ختنہ کروانے کا ذکر ہے، مزید برآں پانی کے ساتھ استنجا کا بھی ذکر ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اسی طرح ایک اثر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس میں پانچ باتوں کا ذکر کیا گیا جنہیں امورِ فطرت قرار دیا گیا ہے، اور ان کے بارے میں یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ وہ سب کی سب سر سے تعلق رکھتی ہیں، ان میں سے ایک چیز ”الفرق“ یعنی مانگ کا نکالنا بھی ہے، اس روایت میں ڈاڑھی کے بڑھانے کا ذکر نہیں ملتا۔

اس حدیث میں آنے والے قال ابوداؤد کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سہارن پوری نے امام ابوداؤد پر نقد کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جس اثر کا امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے وہ مجھے کتب حدیث میں تتبع اور تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔ لکھتے ہیں: ”وہذا أثر ابن عباس تتبعته في كتب الحديث الموجودة عندي فلم أجده فيها.“ (۸۲) (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جس اثر کا ذکر امام ابوداؤد نے کیا ہے وہ مجھے کتب حدیث میں تتبع اور تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔)

یہاں یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ مولانا سہارن پوری بہت سارے مقامات پر اس طرح کے الفاظ کے ساتھ امام ابوداؤد پر نقد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، لیکن تحقیق اور جستجو کرنے سے پتا چلتا ہے کہ کچھ مقامات پر مولانا سہارن پوری کا امام ابوداؤد پر نقد کرنا درست نہیں۔ جس کی مثال اس روایت میں ملتی ہے، کہ مولانا سہارن پوری نے کہہ دیا کہ مجھے یہ روایت کتب حدیث میں نہیں مل سکی حال آں کہ یہ روایت امام حاکم کی مستدرک میں موجود ہے۔ (۸۳) بالکل انھی الفاظ کے ساتھ امام بیہقی نے اپنی سنن میں یہی اثر روایت کیا ہے۔ (۸۴) امام ابوداؤد نے اپنی

۸۱- سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب السواك من الفطرة، رقم: ۵۳۔

۸۲- سہارن پوری، بذل المجہود، ۱: ۳۳۳-۳۳۵۔

۸۳- اس کے الفاظ یہ ہیں: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَإِذْ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ قَالَ: "ابْتَلَاهُ اللَّهُ بِالطَّهَارَةِ، خَمْسٌ فِي الرَّأْسِ وَخَمْسٌ فِي الْجَسَدِ؛ فِي الرَّأْسِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَالْمُضْمَضَّةُ، وَالِاسْتِنْشَاقُ، وَالسَّوَاكُ، وَفَرْقُ الرَّأْسِ، وَفِي الْجَسَدِ: تَقْلِيمُ الْأَطْفَارِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ،

عادت کے مطابق یہاں اس حدیث کے مختلف طرق اور ان میں وارد ہونے والے مختلف الفاظ کا ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى نَحْنُ حَدِيثَ حَمَادٍ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ، وَبِحَاجِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمَرْزِيِّ، قَوْلُهُمْ وَلَمْ يَذْكُرُوا إِعْفَاءَ اللَّحْيَةِ وَفِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ: «وَإِعْفَاءُ اللَّحْيَةِ» وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ، نَحْوَهُ وَذَكَرَ: «إِعْفَاءُ اللَّحْيَةِ، وَالْحِتَّانَ» (۸۵)

مذکورہ حدیث، جو کہ حماد کے طریق سے مروی تھی، بالکل اسی طرح کی روایت طلق بن حبيب، مجاہد اور بکر بن عبد اللہ المرزبی کے طرق سے بھی مروی ہے، لیکن ان تمام حضرات نے ”إعفاء اللحية“ کے الفاظ ذکر نہیں کیے، اور جو حدیث محمد بن عبد اللہ بن ابی مریم کے طریق سے مروی ہے اس میں ”إعفاء اللحية“ کے الفاظ موجود ہیں، اور جو حدیث ابراہیم نخعی کے طریق سے مروی ہے اس میں ”إعفاء اللحية“ کے ساتھ ساتھ ”الحنتان“ کے الفاظ بھی مروی ہیں۔
مولانا سہارن پوری اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَالْحِتَّانُ، وَتَنْفُ الْإِبْطِ، وَغَسْلُ مَكَانِ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ بِالْمَاءِ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى سَرَطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُعْرَجْ جَاهُ. متدرک امام حاکم، باب بسم الله الرحمن الرحيم من سورة البقرة، ۲: ۲۹۳، رقم الحدیث: ۳۰۵۵۔
۸۴۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ، ثنا أَبُو زَكْرِيَّا الْعَنْبَرِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، ثنا مَعْمَرٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِذْ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبَّهُ بِكَلِمَاتٍ فَاتَمَّهِنَّ قَالَ: "ابْتَلَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِالطَّهَارَةِ خَمْسٌ فِي الرَّأْسِ، وَخَمْسٌ فِي الْجَسَدِ، فِي الرَّأْسِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَالْمُضْمَضَةُ، وَالِاسْتِنْشَاقُ، وَالسَّوَالِكُ، وَفَرْقُ الرَّأْسِ، وَفِي الْجَسَدِ: تَقْلِيمُ الْأَطْفَارِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَالْحِتَّانُ، وَتَنْفُ الْإِبْطِ، وَغَسْلُ مَكَانِ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ بِالْمَاءِ" وَقَدْ مَضَى فِي هَذَا الْكِتَابِ حَدِيثُ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ" فَذَكَرَهُمْ إِلَّا أَنَّهُ ذَكَرَ إِعْفَاءَ اللَّحْيَةِ، وَغَسْلَ الْبَرَاجِمِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْحِتَّانَ، وَفَرَّقَ الرَّأْسِ - سنن بيهقي، بابُ السُّنَّةِ فِي الْأَخْذِ مِنَ الْأَطْفَارِ وَالشَّارِبِ وَمَا ذَكَرَ مَعَهَا وَأَنْ لَا وَضُوءَ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ، ۱: ۲۳۱، رقم: ۱۷۵۷۱۔

۸۵۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب السواک من الفطرۃ، رقم: ۵۳۔

طلق بن حبیب سے اس طرح کی دو احادیث روایت کی گئی ہیں، ان میں سے ایک تو مر فروع ہے، جسے مصنف کتاب یعنی امام ابوداؤد نے اپنی کتاب کے شروع میں ذکر کیا ہے، اسی طرح امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اسے ذکر کیا ہے، لیکن سنن ابن ماجہ کی روایت میں سہو کاتب کی وجہ سے ایک غلطی واقع ہوئی ہے، وہ یہ کہ طلق بن حبیب کے بعد ابی الزبیر کے الفاظ ہیں جب کہ درست ”ابن الزبیر“ ہے، جس کی تائید دیگر نسخوں سے بھی ہوتی ہے، اسی طرح امام نسائی نے اس حدیث کو مر فوعاً بھی ذکر کیا ہے اور موقوفاً بھی۔^(۸۶)

اس کے بعد لکھتے ہیں: ”وأما رواية مجاهد وبكر بن عبد الله المزني فلم أجدها في الكتب الموجودة عندنا.“^(۸۷) (البتہ امام مجاہد اور بکر بن عبد اللہ المزنی کے طریق سے روایت کی گئی روایت، تو وہ مجھے دست یاب کتب احادیث سے نہیں مل سکی۔)

مولانا سہارن پوری سے یہاں بھی تسامح ہوا ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ امام مجاہد اور بکر بن عبد اللہ کی روایت نہیں مل سکی، حالانکہ امام مجاہد کے طریق سے یہی روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہے: ”حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ كَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: ”سِتُّ مِنْ فِطْرَةِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَالسَّوَاكِ، وَالْفَرْقُ، وَقَصُّ الْأَطْفَارِ، وَالِاسْتِنْجَاءُ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ“ قَالَ: ثَلَاثَةٌ فِي الرَّأْسِ، وَثَلَاثَةٌ فِي الْجَسَدِ.“^(۸۸)

اسی طرح اس کی ایک اور مثال کتاب الصلاة کے باب فی المواقیت میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ملتی ہے:

۸۶- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۳۳۶۔

۸۷- نفس مصدر۔

۸۸- پوری سند اس طرح ہے: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ كَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: ”سِتُّ مِنْ فِطْرَةِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَالسَّوَاكِ، وَالْفَرْقُ، وَقَصُّ الْأَطْفَارِ، وَالِاسْتِنْجَاءُ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ“ قَالَ: ثَلَاثَةٌ فِي الرَّأْسِ، وَثَلَاثَةٌ فِي الْجَسَدِ۔ عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان ابو بکر بن ابی شیبہ، المصنف فی الأحادیث و آثار، ت: کمال یوسف الحوت، باب الفطرة ما يعد فيها (رياض: مكتبة الرشد، ۱۴۰۹ھ)، ۱:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ اللَّيْثِيِّ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ. “^(۸۹) اس حدیث کے آخر میں امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ”قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، مَعْمَرٌ وَمَالِكٌ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ وَاللَيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَعَازِمٌ لَمْ يَذْكُرُوا الْوَقْتَ الَّذِي صَلَّى فِيهِ وَلَمْ يُفَسِّرُوهُ.“^(۹۰) یہ حدیث زہری، معمر، مالک، ابن عیینہ، شعیب بن ابی حمزہ اور لیث بن سعد وغیرہ سے بھی مروی ہے، لیکن ان سب حضرات نے اپنی روایات میں صرف نماز کے اوقات کو مختصر اذکر کرنے کے بعد ان کی تفسیر ذکر نہیں کی۔ مولانا سہارن پوری اس کی تشریح میں فرماتے ہیں: امام ابوداؤد کی غرض اس اختلاف کو بیان کرنا ہے جو اصحاب زہری کے درمیان واقع ہوا ہے۔ وہ یہ کہ اصحاب زہری میں سے صرف اسامہ بن زید ہی ایسے راوی ہیں کہ وہ پہلے اوقات صلاۃ کو اجمالاً کرتے ہیں اور پھر ان کی تفصیل بھی ذکر کرتے ہیں، اس کے برعکس دیگر اصحاب زہری، جن، میں معمر، امام مالک، ابن عیینہ، شعیب اور لیث وغیرہ شامل ہیں، ان سب حضرات نے اوقات صلاۃ کو اجمالاً بیان کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے، اس کی تفسیر نہیں بیان کی۔^(۹۱)

مولانا سہارن پوری نے اپنی عادت کے مطابق یہاں اصحاب زہری میں سے ہر ایک کے طریق کو ان کے مصادر کے ساتھ ذکر کیا ہے، جن کی طرف امام ابوداؤد نے صرف اشارہ کیا تھا، چنانچہ لکھتے ہیں: ”أما رواية معمر عن الزهري فأخرجها عبد الرزاق قال: حدثنا معمر عن الزهري، الحديث.“^(۹۲) (معمر کی روایت جو زہری سے ہے اسے مصنف عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔) نیز لکھتے ہیں کہ ”رہی امام مالک کی روایت، جو وہ زہری سے نقل کرتے ہیں اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں یحییٰ بن یحییٰ التیمی کے طریق سے ذکر کیا ہے۔“^(۹۳) ”البتہ سفیان بن عیینہ کی زہری سے مروی روایت کو امام بیہقی نے حسین بن محمد الزعفرانی کے طریق سے نقل کیا ہے، اس روایت کے آخر میں امام بیہقی نے کہا ہے کہ بالکل اسی طرح اصحاب زہری میں سے جمہور حضرات نے جن

۸۹- سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب في المواقيت، رقم: ۳۹۴۰۔

۹۰- سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب في المواقيت، رقم: ۳۹۴۰۔

۹۱- سہارن پوری، مصدر سابق، ۳: ۲۸۔

۹۲- سہارن پوری، مصدر سابق، ۳: ۲۹۔

۹۳- سہارن پوری، مصدر سابق، ۳: ۲۹۔

میں معمر، شعیب بن ابی حمزہ اور لیث بن سعد وغیرہ حضرات شامل ہیں، نے روایت کیا ہے اور نہ تو اس وقت کا ذکر کیا ہے جس میں وہ نماز پڑھی گئی اور نہ ہی ان اوقات کی تفصیلات کا ذکر کیا ہے۔“ (۹۳)

”وأما رواية شعيب بن أبي حمزة (واسمه دينار) عن الزهري فأخرجها أيضاً البيهقي في سننه.“ (۹۵) (شعیب بن ابی حمزہ، جن کا اصل نام دینار ہے، کی روایت کو بھی امام بیہقی نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے۔ ”وأما رواية ليث بن سعد فأخرجها مسلم في صحيحه.“ (۹۶) (لیث بن سعد کی روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔)

اس کی ایک اور مثال کتاب الصلاة کے باب فی قیام شهر رمضان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ملتی ہے: ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْعَبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ غَيْرَ أَنْ يَأْمُرَهُمْ بِعَزِيمَةٍ، ثُمَّ يَقُولُ: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.“ (۹۷) اس حدیث کے آخر میں امام ابوداؤد نے مختلف راویوں کا نام ذکر کر کے ان سے وارد ہونے والے الفاظ کی طرف اشارہ کر دیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ کل تین راوی ہیں: عقیل، یونس اور ابو اویس۔ ان میں سے عقیل راوی سے دو طرح کے الفاظ مروی ہیں۔ ”اول: من قام رمضان، اور دوم: من صام رمضان وقامه. جب کہ یونس اور ابو اویس سے صرف اور صرف ایک طرح کے الفاظ ہی مروی ہیں: ”من قام رمضان.“ مولانا سہارن پوری امام ابوداؤد کے اس جملے ”قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ عَقِيلٌ، وَيُونُسُ، وَأَبُو أُوَيْسٍ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ“ کے بارے میں لکھتے ہیں: ”أخرج البخاري حديث عقیل عن ابن شهاب، وأما حديث يونس فأخرج حديثه النسائي في الصوم، وأما أبو أويس فلم أجد

۹۳- سہارن پوری، مصدر سابق، ۳: ۲۹۔

۹۵- سہارن پوری، مصدر سابق، ۳: ۲۹۔

۹۶- سہارن پوری، مصدر سابق، ۳: ۲۹۔

۹۷- سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب فی قیام شهر رمضان، رقم: ۱۳۷۱۔

روایتہ فیما تتبعت من الكتب. “ (۹۸) (عقیل کی روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے اور یونس کی حدیث کو امام نسائی نے اپنی سنن کے کتاب الصوم میں ذکر کیا ہے، البتہ ابو اویس کی روایت مجھے تتبع اور تلاش سے مل نہیں سکی۔“

مولانا سہارن پوری سے اس جگہ بھی تسامح ہوا ہے کہ انھوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ ابو اویس کی روایت مجھے تتبع اور تلاش کے باوجود نہیں مل سکی، حالانکہ وہ روایت خطیب بغدادی (م ۳۶۳ھ) نے اپنی تاریخ میں (۹۹) اور ابن عبد البر (م ۴۶۳ھ) نے اپنی کتاب التمهید میں (۱۰۰) ذکر کی ہے۔ تاہم مولانا سہارن پوری کی طرف سے یہ عذر پیش کیا جاسکتا ہے کہ انھیں مقدور بھر تلاش سے اس طرح کی روایات مل نہیں سکی ہیں، چنانچہ انھوں نے ”میرے پاس موجود کتب حدیث“ اور ”تتبع اور تلاش کے باوجود“ جیسے الفاظ یہاں لکھے ہیں اور ایک محقق دست یاب وسائل کی حد تک ہی تحقیق کا ذمے دار ہوتا ہے۔

راوی کے اصل نام کی وضاحت

بعض اوقات ذکر حدیث کے بعد امام ابو داؤد اس روایت میں آنے والے راوی کے اصل نام کی تعیین کرتے ہیں، جسے سند میں غلط ذکر کر دیا گیا تھا: اس کی مثال کتاب الصلاة کے باب متی یؤمر الغلام بالصلاة کی اس حدیث سے ملتی ہے جسے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت کیا گیا ہے:

”حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ يَعْنِي الْيَشْكُرِيَّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ سَوَّارِ أَبِي حَمْزَةَ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ سَوَّارُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو حَمْزَةَ الْمَزِينِيُّ الصَّيْرِيُّ.“ (۱۰۱) اس حدیث کی سند میں آنے والے راوی سوار ابو حمزہ کے بارے میں امام ابو داؤد نے فرمایا: ”قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ سَوَّارُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو حَمْزَةَ الْمَزِينِيُّ“

۹۸- سہارن پوری، مصدر سابق، ۶: ۷۔

۹۹- ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی، تاریخ بغداد (بیروت: دارالکتب العلمیہ، س-ن)، ۶: ۱۱۶۔

۱۰۰- ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ النمری ابن عبد البر، التمهید لما فی الموطأ من المعانی والأسانید، ت: مصطفیٰ بن احمد

الطوی، محمد عبد الکبیر البکر (المغرب: وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية، ۱۳۸۷ھ)، ۷: ۱۰۲۔

۱۰۱- سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب متی یؤمر الغلام بالصلاة، رقم: ۴۹۳۔

الصَّيْرَفِيُّ: "مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "روایت میں آنے والے راوی سوار کا تعارف یہ ہے کہ ان کا نام سوار اور والد کا نام داؤد ہے، ابو حمزہ کنیت ہے، قبیلہ مزینہ کی طرف منسوب ہیں اس کے علاوہ ان کو صیرفی بھی کہا جاتا ہے سونا چاندی کا کام کرنے کی وجہ سے۔ امام ابو داؤد کی غرض اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ حضرت وکیع سے راوی کے نام میں غلطی ہوئی ہے کہ انھوں نے نام کو آگے پیچھے کر دیا اور کہا: داؤد بن سوار، حالاں کہ ان کا اصل نام سوار بن داؤد ہے۔" (۱۰۲)

راوی کی کنیت اور باپ کے نام کی وضاحت

بعض اوقات امام ابو داؤد کسی حدیث کے آخر میں سند میں آنے والے راوی کے بارے میں ابہام کو دور کرنے کی خاطر اس کے باپ اور کنیت کی وضاحت کر دیتے ہیں تاکہ پڑھنے والے کے لیے کسی قسم کا اشتباہ یا ابہام نہ رہ جائے، جیسا کہ کتاب الطہارۃ کے باب ما ینھی عنہ أن یستنجی بہ کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے، جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے: "حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ، عَنْ عِيَّاشٍ، أَنَّ شَيْبَانَ، أَخْبَرَهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَيْضًا، عَنْ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، يَذْكُرُ ذَلِكَ وَهُوَ مَرَابِطٌ بِحِصْنِ بَابِ الْيُونِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حِصْنُ الْيُونِ بِالْفَسْطَاطِ عَلَى جَبَلٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُوَ شَيْبَانُ بْنُ أُمَيَّةَ يُكْنَى أَبَا حُدَيْفَةَ.»" (۱۰۳) اس حدیث کے آخر میں امام ابو داؤد نے شبان راوی کے باپ اور کنیت کی وضاحت کی ہے۔ مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: "أي شبان الذي مر في الرواية السابقة غرض أبي داؤد بیان کنیتہ و اسم ایہ۔" (۱۰۳)

(امام ابو داؤد کی غرض یہ ہے کہ شبان راوی کے نام کی مکمل وضاحت کر دی جائے، اس لیے انھوں نے ان کے باپ اور کنیت کا ذکر کر دیا ہے۔)

۱۰۲- سہارن پوری، مصدر سابق، ۳: ۲۳۴۔

۱۰۳- سنن أبي داؤد، کتاب الطہارۃ، باب ما ینھی عنہ أن یستنجی بہ، رقم: ۳۷۔

۱۰۴- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱: ۲۹۰۔

سند کے غیر معروف صحابی کے نام اور قبیلے کی توضیح

امام ابوداؤد کبھی سند میں آنے والے راوی کی تعیین کرتے ہوئے اس کے قبیلے کی بھی وضاحت کر دیتے ہیں۔

اس کی مثال کتاب اللباس کے باب من کرهه کی حدیث میں ملتی ہے جس کی راوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں:

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابِ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَّى فِي حَمِيصَةَ لَهَا أَعْلَامٌ فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: اذْهَبُوا بِحَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ فَإِنَّهَا أَهْتَنِي أَنْفًا فِي صَلَاتِي، وَأُتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّتِهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو جَهْمٍ بْنُ حُدَيْفَةَ مِنْ بَنِي عَدِيٍّ بْنِ كَعْبٍ بْنِ غَانِمٍ. (۱۰۵)

اس حدیث کے آخر میں امام ابوداؤد نے سند میں آنے والے راوی ابو جہم کی وضاحت کی ہے، جس کے

بارے میں مولانا سہارن پوری فرماتے ہیں: ”قال البخاري وجماعة: اسمه عامر، أسلم عام الفتح،

كان مقدما في قریش معظماً.“ (۱۰۶) (ابو جہم بن حذیفہ جو کہ بنی عدی بن کعب سے تعلق رکھتے ہیں، امام بخاری

اور محدثین کی ایک جماعت نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کا اصل نام عامر تھا، فتح مکہ والے سال مسلمان

ہوئے، قریش کے سرخیل لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔)

راوی کے شیخ کے نام کی تصحیح کی طرف اشارہ

بسا اوقات ایک راوی سند میں اپنے شیخ کا صحیح نام ذکر نہیں کرتا، امام ابوداؤد حدیث ذکر کرنے کے بعد

اسی حدیث کی ایک اور سند ذکر کر دیتے ہیں جس کا مقصد اس راوی کے شیخ کے اصل نام کی تعیین ہوتا ہے۔ اس کی

مثال کتاب اللباس کے باب في لبس القباطي للنساء کی اس روایت میں ملتی ہے جس کو حضرت دحیہ

کلبی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے: ”حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ، وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا:

أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ هَيْبَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ أَبُو

دَاوُدَ: رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، فَقَالَ: عَبَّاسُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ.“ (۱۰۷) اس حدیث کے آخر میں

۱۰۵- سنن أبي داؤد، کتاب اللباس، باب من کرهه، رقم: ۳۰۵۲۔

۱۰۶- سہارن پوری، مصدر سابق، ۸۱: ۱۲۔

۱۰۷- سنن أبي داؤد، کتاب اللباس، باب في لبس القباطي للنساء، رقم: ۳۱۱۶۔

امام ابوداؤد نے ایک اور سند ذکر کی ہے جس کے مقصد کے بارے میں مولانا سہارن پوری لکھتے ہیں: ”اس ”قال“ أبو داؤد“ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابن ابیہر کی جس روایت کو ذکر کیا ہے، اس میں ابن ابیہر نے موسیٰ بن جبیر کے شیخ کا جو نام ذکر کیا ہے، وہ ہے عبید اللہ بن عباس، حالانکہ ان کا صحیح نام عباس بن عبید اللہ ہے، جس کی وضاحت کرنے کے لیے امام ابوداؤد نے یحییٰ بن ایوب کی سند ذکر کی ہے، جس میں موسیٰ بن جبیر کے شیخ کا اصل اور صحیح نام مذکور ہے۔“ (۱۰۸)

یہاں مولانا سہارن پوری نے اس سند کے طرق اور مصادر کا استقصا نہیں کیا حالانکہ بالعموم وہ اس کا اہتمام کرتے نظر آتے ہیں۔ (۱۰۹) اس نوع کی ایک مثال کتاب الترجل کے باب ما جاء في الشعر میں بھی موجود ہے۔ وہاں بھی مولانا سند کے طرق کا مکمل استقصا مفقود ہے۔ امام ابوداؤد نے حدیث: ”حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لَمَّةٍ أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ: لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ، وَقَالَ شُعْبَةُ: يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.“ (۱۱۰) ذکر کرنے کے بعد ایک اور سند ذکر کی ہے جس میں اختلاف رواۃ کے ساتھ ساتھ اختلاف متن کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ مولانا سہارن پوری نے اس جگہ اس سند کی تحقیق نہیں کی۔ (۱۱۱)

۱۰۸- سہارن پوری، مصدر سابق، ۱۲: ۱۳۵۔

۱۰۹- واضح رہے کہ یحییٰ بن ایوب کی جس سند کو امام ابوداؤد نے قال أبو داؤد میں ذکر کیا ہے، اسے امام حاکم نے اپنے مستدرک میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ۳: ۱۸۷، اسی طرح امام بیہقی نے اپنی سنن میں ۲: ۲۳۴، خطیب بغدادی نے اپنی کتاب تلخیص المتشابه، ۱: ۵۱۹ میں ذکر کیا ہے۔ اس بارے میں مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: مزنی، تہذیب الکمال، رقم الترجمة ۳۲۳۵۔

۱۱۰- سنن أبي داؤد، کتاب الترجل، باب ما جاء في الشعر، رقم: ۳۱۸۳۔

۱۱۱- اسرائیل، عن ابی اسحاق، سند کو امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے اس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں ج ۳ ص ۲۹۵، امام بخاری نے اپنی صحیح میں رقم: ۵۹۰۱، امام ترمذی نے شمائل ترمذی میں رقم: ۶۳ کے تحت کیا ہے۔

نتیجہ بحث

”قال أبو داؤد“، سنن أبي داؤد کے مشکل اور پیچیدہ مقامات میں شمار کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی محدثین نے سنن أبي داؤد کی شروحات لکھی ہیں، ان میں سے ہر ایک کی کوشش رہی ہے کہ ان مقامات کی کما حقہ تشریح کی جائے۔ ان تمام شرح کی سعی قابل تعریف ہے، لیکن مولانا سہارن پوری نے جس انداز میں اس کی تشریح و تنقیح کی ہے وہ انھی کا خاصہ ہے، بالخصوص تنبیح اور استقصاے روایات میں جو مزاج قدرت نے انھیں عطا فرمایا ہے وہ دیگر شرح سے نہایت ممتاز و منفرد ہے۔ امام ابو داؤد کسی بھی جگہ حدیث کی تخریج کرتے وقت اس کی مختصر سند ذکر کرتے ہیں تو مولانا سہارن پوری اس سند کے تمام طرق کا استقصا اور تحقیق کر کے حقیقت واقعہ قارئین کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ امام ابو داؤد حدیث کے کسی راوی پر جرح کرتے ہوئے اسے ضعیف قرار دیتے ہیں، یا کسی روایت کو منکر وغیرہ کہہ کر اسے ناقابل عمل قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں تو مولانا سہارن پوری کتب اسماء الرجال کی ورق گردانی کر کے اس کی جملہ تفصیلات قارئین تک پہنچاتے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ بہت سارے مقامات پر امام ابو داؤد کی طرف سے کیے گئے اس تبصرے پر عدم اطمینان کا اظہار کر کے تحقیق سے ثابت کرتے ہیں کہ اس جگہ امام ابو داؤد سے ذکر حکم میں تسامح ہوا ہے۔ ایک اور نہایت قابل قدر چیز ان کا یہ ملکہ ہے کہ اتنے مشکل مقامات کی توضیح کرتے ہوئے انداز انتہائی سہل اختیار کرتے ہیں کہ قاری پہلی نظر ہی میں تمام بحث سے واقف ہوتا چلا جاتا ہے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود انسانی کاوش ہونے کی بنا پر اس میں خامیاں اور تسامحات بھی موجود ہیں۔ مولانا سہارن پوری اپنے اختیار کردہ منہج کو ہر جگہ برقرار نہیں رکھ پائے۔ بہت سے مقامات پر تحقیق روایات کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت دست یاب کتب میں مل نہیں سکی، حالانکہ وہ روایت کتب احادیث میں مل جاتی ہے، جیسا کہ اس مضمون میں بعض مقامات پر حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں وہ مصطلحات علوم حدیث میں بھی علمائے محدثین کی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، حالانکہ ان کا تعلق احناف اصولیین سے ہے، اور احناف اصولیین کی طرف سے بے شمار کتب اس موضوع پر لکھی جا چکی ہیں، لہذا مصطلحات کی توضیح کرتے ہوئے احناف اصولیین کی کتب سے بھی استفادہ کیا جانا چاہیے تھا۔

